

الغزالی ذات آرگ سے شائع ہونے والا برقی ماہنامہ

افکارِ قاسمی

ماہنامہ مجلہ ”افکارِ قاسمی“ جمادی الثانی۱۴۳۵ھ

دارالعلوم کا علمی اور تربیتی احاطہ ”احاطہ مولسری“

ائمہ مساجد راہنمائی کیسے کریں۔

بلوچستان کے تحفے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حیاتِ خضر کے متعلق علامہ کشمیریؒ کی رائے

اور دیگر دلچسپ مضامین

اراکین مجلہ ”افکارِ قاسمی“

بدعاء:	شیخ الحدیث حضرت مولانا خادم حسین صاحب
سرپرست:	حضرت مولانا مبارک علی مظاہری صاحب
نگران (ٹیم لیڈر):	مولانا کلیم احمد قاسمی صاحب
مدیر التحریر:	محمد داؤد الرحمن علی صاحب
نائب مدیر و معاون:	مولانا عطار فیح (پیامبر) صاحب
پروف ریڈر:	محمد ارمان
مجلس مشاورت:	مفتی جسیم الدین شرر صاحب
	محمد یوسف قاسمی

WEBSITE: www.algazali.org

E-MAIL: qasmimag@gmail.com

فہرست مضامین

4	مولانا کلیم احمد قاسمی صاحب	اداریہ
5	نشر۔ بارہ بنگوئی	حمد باری تعالیٰ
6	عبید اللہ فاروق قاسمی بارہ بنگوئی	دارالعلوم کا علمی اور تربیتی احاطہ ”احاطہ مولسری“
14	مدیر التحریر کے قلم سے	حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی
18	مولانا کلیم احمد قاسمی صاحب	علم کی آفت اور جو شخص علم پر عمل نہ کرے اسکی وعید کے بیان میں
21	محمد داود الرحمن علی	ادب کی اہمیت
25	مولانا عادل ایوب	حیاتِ خضر کے متعلق علامہ کشمیریؒ کی رائے
27	محمد داود الرحمن علی	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات
31	محمد شعیب نواز۔ ملتان	بلوچستان کے تحفے آپ ﷺ کی خدمت میں
32	ماہر قانون ایوب احمد خان	وصیت
38	عارف باللہ شاہ محمد اہل اللہ دامت برکاتہم	تسہیل و تلخیص ملفوظات محی السنہ عارف باللہ مولانا شاہ ابراہیم الحق حقّیؒ
39	عطاء اللہ رفیع	ائمہ مساجد راہنمائی کیسے کریں۔
42	محمد غزالی	فرمودات مصلح الامت عارف باللہ شاہ محمد وصی اللہ الہ آبادیؒ

اداریہ

مولانا کلیم احمد قاسمی صاحب

افکارِ قاسمی ای جریدہ ہم تو اتر سے ماہ بماء نکالنا چاہتے تھے درمیان میں کچھ ایسی دشواریاں پیش آتی رہیں جس سے یہ سلسلہ ختم تو نہیں ہوا البتہ رک رک کر چلا۔۔۔ افکارِ قاسمی مجدد نمبر نکالنے کے بعد ہمت تو بالکل پست ہو چکی تھی۔ نوبت باس جار سید الغزالی فورم بند کرنے کا ارادہ بن گیا تھا۔ اللہ سلامت رکھے۔ محمد داؤد سلمہ اور مولانا عطار فیج صاحب جناب ار مغان ارمان صاحب کو۔ ان مخلص کرم فرمانے ہمت دلائی۔ دوبارہ الغزالی فورم اور افکارِ قاسمی ایک بار پھر منظر عام پر آگیا۔

دوستو۔ بقول شخصے: یہ حقیقت ہے کہ ایک خوش باش انسان وہ ہوتا ہے جو دوسروں کیلئے زندہ رہتا ہے سب سے محبت کرتا ہے، ہر ایک کی عزت کرتا ہے، اسکی دلچسپیاں وسیع ہوتی ہیں اور اس کے ذریعہ وہ اپنی خوشیاں حاصل کرتا ہے اور نتیجے کے طور پر دوسرے لوگ اس میں دلچسپی لیتے ہیں اور اپنی محبتیں عطا کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو بے لوث محبت کرتے ہیں وہ کبھی خسارہ میں نہیں رہتے محبتیں بانٹنے والے کے جواب میں لازمی طور پر محبتیں ملتی ہیں۔ یقیناً آپ حضرات سے محبتیں بھی ملیں اور خوشیاں بھی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عزم و ہمت عطا فرمائے۔ افکارِ قاسمی والغزالی فورم کو

دوام بخشنے۔

حمد باری تعالیٰ

نشر سارہ بنکونی

پھول خوشبو ، مسکراہٹ چاندنی دیتا ہے کون
 اے خدا تیرے سوا اتنی خوشی دیتا ہے کون
 مشکلوں میں جذبہ زندہ دلی دیتا ہے کون
 موت کی آغوش میں بھی زندگی دیتا ہے کون
 علم و حکمت کے خزانوں کی کلیدیں سوئپ کر
 خاک کے پتلے کو تاجِ خسروی دیتا ہے کون
 یوں تو کہتے آپکی چشمِ عنایت ہو گئی
 ورنہ میرے خشک ہونٹوں کو ہنسی دیتا ہے کون
 آندھیوں کو شاید اب تک یہ نہیں معلوم ہے
 میری شمعِ آرزو کو روشنی دیتا ہے کون
 طائرانِ خوشنوا کی بولیاں سنتا ہوں میں
 سوچتا ہوں اُن کو ایسی نغمگی دیتا ہے کون
 اے خرد والے نہ سوچا تو نے اس جانب کبھی
 سنگ کو سختی ، گلوں کو تازگی دیتا ہے کون
 جو خدائے پاک کے منکر ہیں نشرِ آن سے پوچھ
 ہر بشر کو سیرت و صورت نئی دیتا ہے کون

دارالعلوم کا علمی اور تربیتی احاطہ ”احاطہ مولسری“

تاریخ، واقعات اور روحانیت

عید اللہ فاروق قاسمی بارہ بنکوی

مدرسہ ضیاء المصباح جبري فورہ بارہ بنکوی

ایشیاء کی شہرہ آفاق دینی تعلیم گاہ دارالعلوم دیوبند کا مشہور احاطہ ”احاطہ مولسری“ اپنی نظیر آپ ہے، یہ احاطہ دارالعلوم کے احاطوں میں علمی اور تربیتی خدمات کے اعتبار سے سب سے فائق ہے۔

باہر سے آنے والے زائرین جب دارالعلوم کی زیارت کی غرض سے یہاں تشریف لاتے ہیں اور اس کے گوشے گوشے کو عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو ان کے دلوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ذہنی اور قلبی، ایسا سکون ملتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے دنیا کو بھول جاتے ہیں؛ مگر جب اس احاطے میں قدم رکھتے ہیں تو سب سے زیادہ متاثر اسی احاطے سے ہوتے ہیں اور روحانی سرور اور قلبی تسکین مکمل طور پر یہیں ملتی ہے۔ اسی طرح دارالعلوم سے فارغ ہو کر جانے والے طلبہ کو ان کی یادوں، خیالوں اور خوابوں میں ستانے، تڑپانے، اور بے قرار کرنے میں اس کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔

سند فراغت پا کر یہاں سے رخصت ہونے والے طلبہ کو اس احاطہ کی عظمت و اہمیت، ان کی اخیر سالوں کی تعلیمی سرگرمیاں، تقریر و تحریر میں حصہ لینے کے مواقع، رفیقوں کے ساتھ دل لگی، نودرے میں ہونے والے تکرار و مطالعہ اور زمانہ امتحان میں شب بے داری کے واقعات ان کو دوبارہ مادر علمی کی زیارت پر مجبور کرتے ہیں۔

اس کی ابتداء ”باب قاسم“ سے اور انتہاء ”دارالحدیث“ پر جا کر ہوتی ہے، ”باب قاسم“ قدیم طرز کا یہ شاہکار، بلند و بالا پر شکوہ باب الداخلہ اپنے اندر تاریخ دارالعلوم اور اس کے خلوص ولہیت کی مثال رکھتا ہے۔ یہ چند کمروں پر مشتمل ہے، کچھ

حجرے طلبہ کی رہائش کے لیے، تو کچھ انتظامی امور میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ تاریخی حیثیت سے کب وجود پذیر ہوا، اس کے بارے میں جستجو کے باوجود صحیح معلوم نہ ہو سکا؛ البتہ اس پر لگے ہوئے کتبے پر دارالعلوم کی تاسیس کی تاریخ رقم ہے، ایسا لگتا ہے کہ جب دارالعلوم کی اولین عمارتیں بننا شروع ہوئیں، انھیں میں اس کی تعمیر عمل میں آئی ہے، اس کی بالائی منزل میں دفتر محاسبی ہے، جس کے کارندے دارالعلوم کے حساب و کتاب کا کام بحسن و خوبی انجام دیتے ہیں۔ یہ شعبہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ حساب بھی بذریعہ رسید تکمیل پذیر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی شفافیت بالکل عیاں ہے۔ طلبہ دارالعلوم کے وظائف اور امدادی سامان یہیں سے وصول کیے جاتے ہیں، اسی دفتر میں ترکی حکومت کی جانب سے عطا کردہ قیمتی ہدیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جُبَّہ مبارکہ سے مس شدہ رُومال مبارک رکھا ہوا ہے، جو اس کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا ہے، آنے والے زائرین عقیدت مندانہ جذبات سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اس کی تاریخی حیثیت کے بارے میں رُوداد دارالعلوم ۱۳۳۲ھ میں لکھا ہوا ہے کہ ”دارالعلوم نے جنگِ بلقان کے زمانے میں ترکِ مجروحین و مہاجرین کی انجمنِ ہلالِ احمر کے ذریعے ہندوستان میں قابلِ قدر امدادی خدمات انجام دی تھیں، اُن سے سلطان محمد پنجم بہت متاثر ہوئے؛ چنانچہ سلطان المعظم نے اپنے اس تاثر کا اظہار اس طرح فرمایا کہ دولتِ عثمانیہ کا سب سے بڑا تبرک ہدیہ یعنی جُبَّہ مبارکہ کا غلاف دارالعلوم کو عطا فرمایا، پھر آگے اس متبرک ہدیہ کے صفاتی احوال لکھے ہوئے ہیں کہ ”یہ غلاف رُومال کی شکل میں ہے، کپڑا سفید، نہایت مہین اور خوش وضع ہے، وسط میں جلی قلم سے سیاہ حروف سے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

نُورُ الہدیٰ بہ تکریمًا صَلُّوا عَلَیْہِ، وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا

کناروں پر ترکی زبان میں ان کے شعر لکھے ہوئے ہیں۔ (رُوداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۳۲ھ)

گیٹ سے داخل ہوتے ہی اس کی بائیں جانب لٹکتا ہوا گھنٹہ نظر آتا ہے، جو طلباء، اربابِ حل و عقد اور منتظمین کو وقت کی پابندی پر ابھارتا ہے، اس کے شمال میں دارالعلوم دیوبند کی قدیم طرز کی بنی ہوئی مسجد قدیم کے دو چھوٹے چھوٹے زینے ہیں جو مسجد میں جا کر کھلتے ہیں، انھیں زینوں کے ساتھ مسجد کا میز نہ بھی ہے، جو اذانِ بلالی کی یاد تازہ کر ہے۔

اس مسجد کا سنگ بنیاد ۴/ربیع ۱۳۲۷ھ کو رکھا گیا، اس مسجد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے موصین اور

معمار ان شیخ الہند، حکیم مسعود صاحب خلفِ صادق حضرت گنگوہی، مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب، حافظ احمد صاحب خلف الصدق حضرت نانوتوی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے اساطین علماءِ رُپانی تھے، یہ حضرات طلباء کے ساتھ اینٹیں اور گارے اٹھانے میں شریک کار تھے، یہ روح پرور منظر تعمیرِ کعبہ کی سنتِ خلیل اللہی کی ایک عقیدتی مثال ہے۔ اس کے اوصاف کے بارے میں تاریخ دارالعلوم میں لکھا ہوا ہے کہ ”مسجد کے مُسقف دو درجے ہیں، بیرونی دیواریں پتھر کی ہیں، جن پر نہایت نفیس نقش و نگار بنے ہوئے ہیں، اوپر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے، جس پر شیخ الہندؒ کے اشعار کندہ ہیں، جس کے آخری مصرع ”مقرون شدہ عبادت و علم، در مدرسہ خانقاہ دیدہ ام“ میں (۱۳۲۸ھ) سن تعمیر مضمّن ہے۔ (تاریخ دارالعلوم، ج ۱، ص: ۲۲۰)

پھر اس گیٹ کو پار کرنے کے بعد سامنے ایک بہت بڑا صحن ہے، جو ”احاطہ مولسری“ سے موسوم ہے، اس کی دائیں جانب کے بالکل کنارے پر شعبہ تکمیلِ افتاء کی درس گاہ ہے، جس کی عظمت و اہمیت سب پر ظاہر ہے۔ فقہ و فتویٰ کے حوالے سے دارالعلوم کا مسلکی مزاج، اعتدال پر مبنی ہے، اس سلسلے میں دارالعلوم ”کورانہ تقلید“ کی صرف مذمت ہی نہیں؛ بلکہ اس کا شدید مخالف ہے اور نہ آزادیِ اجتہاد کا قائل ہے؛ بلکہ کسی نئے مسئلے کا حل قرآن و سنت اور سلف کے قائم کردہ اصولوں سے مستنبط کرتے ہیں؛ چنانچہ اس سلسلے میں قاری محمد طیب صاحبؒ نے بالتفصیل وضاحت فرمائی ہے، آپ لکھتے ہیں: ”غرض نہ تو وہ مجتہدین فی الدین کے بعد اجتہاد مطلق کے قائل ہیں؛ جب کہ عملاً اس کا وجود ہی باقی نہیں رہا اور نہ جس اجتہاد کی کلی نفی کر کے فتاویٰ کے حقائق و علل کے استخراج اور ان کے مؤیدات کے استنباط یا متمائل جزئیات سے جزئیاتِ وقت کے استخراج سے گریزاں ہیں؛ بلکہ تقلید کے ساتھ تحقیق کا ملا جلارنگ لیے ہوئے ہیں۔“

(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص ۱۴۴)

دارالعلوم بھی اس شعبہ کا بہت قدرداں ہے، خوش نصیب طلبہ ہی اس شعبہ کی تکمیل کر پاتے ہیں، ہر سال طلبہ کی ایک بڑی جماعت ایسی ہوتی ہے، جو افتاء کی تعلیم اور فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کیے بغیر حسرت و یاس کے عالم میں یہاں سے چلی جاتی ہے اور تاحیات اس کا شدید قلق رہتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ کی اہمیت ہندوپاک، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے مدارس سے جاری کردہ فتوؤں سے بڑھ کر

ہے، یہاں کے فتوے لوگوں کے دلوں میں سند کا درجہ رکھتے ہیں اور اس کی رائے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے، اس حوالے سے دارالعلوم بالکل منفرد ہے، اس کی بے نظیر فقہی خدمات کا قدرے اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۶ھ تک کے فتووں کی تعداد (۳۷۵۶۱) ہے؛ حالانکہ یہ تعداد صرف مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ کے دورِ افتاء کی ہے اس سے پہلے دارالعلوم میں فتووں کے ریکارڈ کرنے کا انتظام نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب کے تخمینے کے مطابق صرف مفتی عزیز الرحمنؒ نے تقریباً تین لاکھ استفتاء کے جوابات دیے ہیں۔ جب فتووں کے دفاتروں کی کثرت ہوتی چلی گئی تو دارالعلوم نے ان کو از سر نو ترتیب و تدوین کے لیے مفتی محمد ظفر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی ذمہ داری سونپی، ان کی محنت و کوشش کے نتیجے میں گیارہ ضخیم جلدیں مرتب ہوئیں، جو ”فتاویٰ دارالعلوم“ کے نام سے مشہور ہیں۔ ادھر کافی عرصے سے تدوین و ترتیب کا کام زیر التوا تھا؛ اس لیے اب بابِ حل و عقد نے اس کی تکمیل کے لیے ایک مستقل شعبہ بعنوان ”شعبہ ترتیب فتاویٰ دارالعلوم“ قائم کیا ہے۔ الحمد للہ یہ کام بہت تیزی سے چل رہا ہے اب تک سولہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ نیز یہ شعبہ بھی احاطہ مولسری کے قریب ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کی عظمت و عقیدت لوگوں کے دلوں میں اتنی رچی بسی ہے کہ دارالعلوم نے ۲۰۰۲ء میں جب امریکہ نے افغانستان سے جنگ کرنے کے لیے اس کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی ٹھان لی تو اس وقت اُس نے امریکہ اور یورپ کی مصنوعات خرید و فروخت کے خلاف فتویٰ دیا، اس فتویٰ کا اثر لوگوں پر ایسا ہوا کہ انھوں نے خرید و فروخت تو درکنار، اُن اشیاء کو توڑ ڈالا، مسلمان (خواہ ان کا کسی بھی مسلک سے تعلق ہو) خریدتے وقت اس قدر احتیاط کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ یہ سامان امریکہ اور یورپ کا تو نہیں ہے، انھوں نے اس سوال کو بیع و شرا کا ایک جزو لاینفک بنالیا تھا۔

اس فتوے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ کا اقتصادی بجٹ خسارے میں چلا گیا، اُس نے مجبوراً لوگوں کو لبھانے کے لیے نصف قیمت پر سامان بیچنا شروع کر دیا، پھر دارالعلوم کے فتوے کو بے وزن کرنے کے لیے امریکہ اور اس کے حواریں نے طرح طرح سے اس کو ذلیل کیا، کبھی اس کے فتوے کو لے کر دارالعلوم کا مذاق اڑایا، تو کبھی مسلک کو لے کر جگ ہنسائی کی، پرنٹ اور الکٹرونک میڈیا نے اس سازش کا بھرپور ساتھ دیا اور اب بھی دے رہے ہیں، چند سال قبل پیش آنے والے ”عمرانہ کیس، عورتوں کی ملازمت کرنا اور کریڈٹ کارڈ جیسے ظاہر الثبوت مسائل میں دارالعلوم کی عظمت کی پامالی، اسی ناپاک سازش کی بد نما

مثالیں ہیں؛ لیکن ذاتِ الہی نے اس بار بھی دارالعلوم کو صہیونی پالیسیوں سے محفوظ رکھا اور اس کی عظمت میں کمی نہ آنے دی؛ البتہ اس پروپیگنڈے سے دارالعلوم کے فتوؤں کی افادیت پوری دنیا میں پھیل گئی، بیرونِ ممالک کے لوگوں نے بھی استفاء کرنا شروع کیا تو دارالعلوم نے اسی احاطہ کے مشرقی جانب ”شعبہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ“ قائم فرمایا، انٹرنیٹ سے روزانہ دسیوں استفاء آتے ہیں اور ان کا جواب بذریعہ انٹرنیٹ دیا جاتا ہے۔ واللہ علی ذلک۔

اسی احاطے کے مشرقی جانب میں ”مولسری کائنات“ ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کا پانی کھینچنے والا ہینڈ پائپ بھی ہے، یہ کائنات بھی ایک خوابی بشارت سے مشرف ہے، اس کی بابت تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”ایک مرتبہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ دارالعلوم کا یہ کائنات دودھ سے بھرا ہوا ہے اوپر من تک دودھ آیا ہوا ہے کہ ہاتھ سے دودھ لے سکتے ہیں، اس کی من پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، سیڑیوں کی تعداد میں لوگ دودھ لے کر جا رہے ہیں، کوئی مشک بھر کر لیے جا رہا ہے، کوئی بالٹی بھر کر، کوئی لوتا بھر کر، کوئی پیالہ بھر کر، جس کے ہاتھ میں برتن نہیں وہ چلو بھر کر لیے جا رہا ہے۔

خواب دیکھ کر میں اس کا مطلب اور تعبیر سمجھنے کے لیے منکشف ہوا تو پتہ چلا کہ یہ ”کائنات“ تو مدرسہ کی صورتِ مثالی ہے، دودھ ”علم“ کی صورت ہے، ذاتِ اقدس نبوی قاسم العلوم (علم کی تقسیم کنندہ) ہے اور دودھ لینے والے مدرسہ کے طلبہ ہیں۔ (مقدمہ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص: ۵۰)

یقیناً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منام مبارک کے علاوہ کسی بشر کا خواب یقینی دلیل نہیں بن سکتا، تاہم رویائے صالحہ کشف والہام اور القاء قلبی ہونے کی وجہ سے یہ خواب مُشرقات میں سے ہے، پھر حدیث نبوی ”مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقْدَ رَأَى فِي الْيَقَظَةِ“ (شائل ترمذی) کی وجہ سے اس کی قوت مزید بڑھ گئی۔

آپ اس کی حقیقت سے متعارف ہو چکے تو اب اس کے پانی کی تاثیر بھی مولانا مناظر احسن گیلانی کی زبانی سنتے چلیے:

فرماتے ہیں کہ ”اتنا لذیذ، اتنا خوش گوار، اتنا شیریں، صاف و سبک اور خنک پانی، میں نے اس سے پہلے نہیں پیا۔“

(احاطہ دارالعلوم میں بیٹے ہوئے دن، ص ۲۴)

اب اس کے سامنے دیکھیے تو دونوں جانب مولسری کے درخت نظر آئیں گے، ان سایہ فگن درختوں نے دارالعلوم کی

تاریخ اور قبل دارالعلوم کے حالات کو دیکھا ہے، نہ جانے یہ کتنی مرتبہ امت کی زبانوں پر روئے ہوں گے اور بناء دارالعلوم کے وقت امت کی بازیافتگی پر مسکرائے ہوں گے۔

ان درختوں کے سائے تلے کتنے سہ روزہ، ہفتہ واری، پندرہ روزہ اور ماہ نامہ عربی، اردو، بنگلہ، آسامی اور تمل زبان میں نکلنے والے پرچے اپنا وجود برقرار رکھے ہیں، ان پرچوں کے ذریعہ طلبہ صحافت اور تصنیف کی مشق و تمرین کرتے ہیں، ان سے طلبہ کو زبان و ادب کا کافی شعور بیدار ہو جاتا ہے۔ کچھ شعر و شاعری میں امتیازی شان کے حامل ہیں تو بعض پرچوں کی خصوصیت جامعہ کی اخباری نشریہ کی ہے اس سے صحافتی ذوق پروان چڑھتا ہے۔۔۔ دیواری پرچوں کا یہ سلسلہ ”بابِ قاسم“ سے شروع ہوتا ہے اور ان درختوں کے ارد گرد اور قرب و جوار کی دیواروں میں آویزاں پرچوں کی بہتات ہے، ان پرچوں کے ذریعے طلبہ اپنی تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں، گویا یہ میدانِ صحافت کے سنگِ میل کو عبور کرنے کا پہلا قدم ہے، دیواری پرچوں کی افادیت اور دارالعلوم دیوبند کے طرز پر دیگر مدارسِ عربیہ کی نقل و محاکات کے بارے میں مولانا نور عالم خلیل امینی (استاذ ادب عربی و رئیس تحریر مجلہ الداعی، دارالعلوم دیوبند) اپنا تاثر لکھتے ہیں کہ ”دیواری اخبارات و رسائل کی اب دارالعلوم میں بہار آئی ہوئی ہے۔ دارالعلوم میں فکر و عمل کا جو ساز چھڑتا ہے خدائے حکیم کی توفیق سے ہر مدرسے میں ناگزیر طور پر اس کی محاکات شروع ہو جاتی ہے.... بقدر توفیق بہت سے مرکزی مدرسوں میں دیواری رسالوں کا نظام رائج ہوا اور ہو رہا ہے۔ دیواری رسالوں کے ذریعے بطور خاص سیکڑوں؛ بلکہ ہزاروں طلبہ کی تحریر میں حسن و جمال کی قلم لگی، کتنے خوش نصیب عربی کے باکمال خطاط بن گئے، نہ صرف عربی خط؛ بلکہ مطلقاً خوش خطی کا ذوق پروان چڑھا اور نسل نو میں عربی زبان کو ہمہ گیر پیمانے پر سیکھنے کا ولولہ بیدار ہوا۔ (مقدمہ ”خطرِ قلعہ کیوں اور کیسے سیکھیں“، ص: ۸)

اب بالکل سامنے دیکھیے دو منزلوں پر مشتمل لال رنگ کی قدیمی طرز کی تاریخی عمارت نظر آئے گی، یہ عمارت نودروں پر محیط ہے، جس کو ”نودرہ“ کے نام سے ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ دارالعلوم کی سب سے پہلی عمارت ہے، جس کی سن تعمیر ۱۳۹۲ھ ہے۔ اس تاریخی منزل کے تذکرے کے بغیر تاریخ دارالعلوم ادھوری ہے، یہی وہ جگہ ہے جو کسی زمانے میں دیوبند نامی بستی کی کوڑی تھی؛ لیکن اپنے اندر دنیا کی علمی، عملی، تہذیبِ اسلامی اور احیائے قرآن و سنت کی نشاۃ ثانیہ کا راز چھپائے ہوئے تھی، یہی وہ جگہ ہے جو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خواب ”کہ میں بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہوا ہوں اور میرے ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں

سے نہریں جاری ہیں جو اطرافِ عالم میں پھیل رہی ہیں جس کی اس دور کے بزرگوں نے یہ تعبیر دی تھی کہ آپ سے علومِ نبوت کا فیضان تمام دنیا میں جاری ہو گا تھی، یہی وہ جگہ ہے جو سید احمد شہید کی پیشین گوئی کہ ”مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے“ کی حقیقت ہے۔ (مقدمہ تاریخ دارالعلوم)

یہی وہ جگہ ہے کہ جس کے محل وقوع کی تعیین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نے خواب میں فرمائی ہے، جس کو حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری دامت برکاتہم نے ترانہ دارالعلوم میں اس طرح تعبیر فرمایا ہےؕ

خود ساقی کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں

اس کی تاریخی استناد اور اس کی تعمیری جائے وقوع کی تعیین کی کارگزاری بڑی دلچسپ اور ایمان افروز ہے، جس کے بارے میں قاری محمد طیب صاحب سابق متہم دارالعلوم لکھتے ہیں کہ ”جب (نودرے کی) تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا..... (تو) شب میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب متہم ثانی دارالعلوم نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف ارزانی فرمائی، دستِ مبارک میں عصا ہے، آپ نے فرمایا کہ جو یہ بنیاد کھودی گئی ہے، اس سے صحنِ مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا، یہ فرما کر آپ نے جانبِ شمال دس بیس گز آگے بڑھ کر عصائے مبارک سے نشان لگایا اور ایک لابی لکیر کھینچ دی کہ اس جگہ بنیاد کھودی جائے۔ بیدار ہوتے ہی مولانا مدوح اس جگہ پر گئے تو لکیر کا نشان اسی طرح موجود پایا، جس طرح حضور... نے عصائے مبارک سے لگایا تھا۔ مولانا نے پھر نہ ممبران سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا؛ بلکہ نئی بنیاد اسی جگہ کھودوائی۔ (مقدمہ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۴۷)

جب اس کی بنیاد ساقی کوثر نے رکھی ہے تو سنگ بنیاد عاشقانِ نبوت، وفادارانِ آبروائے اسلام نے رکھا ہے۔ ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ سنگ بنیاد مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے دستِ مبارک سے رکھوایا گیا، پھر ایک ایک اینٹ حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا مظہر نانوتوی، حضرت میاں جی منے شاہؒ اور حضرت حاجی عابد رحمہم اللہ نے رکھی۔

(ارواحِ ثلاثہ حکایت ۲۵۲)

جب بنیاد رکھی جا چکی تو سب لوگوں نے مل کر اس کی بقا و ترقی کے لیے نہایت خشوع و خضوع سے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی، پھر اس کے بعد حضرت نانوتویؒ نے فرمایا: کہ ”عالمِ مثال میں اس کی اس مدرسے کی شکل ایک معلق ہانڈی کے مانند ہے جب

تک اس کا مدار توکل اور اعتماد علی اللہ پر رہے گا، یہ مدرسہ ترقی کرتا رہے گا۔

بفضلہ تعالیٰ آج بھی دارالعلوم ترقی کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے، اس کے خلاف جب بھی غیروں نے سازشیں رچی ہیں، تو خدائے قدوس نے ان کی سازشوں کو ناکام کر دیا ہے، اسی لیے آج ساری باطل دنیا کی نگاہیں، اس کی ترقی و شہرت کو متزلزل کرنے میں لگی ہیں، مگر قاضی تقدیر ہمیشہ اس کی ترقی کا فتویٰ دیتا ہے اور دے رہا ہے اور ان شاء اللہ دیتا رہے گا۔ (والحمد للہ علی ذلک)

”نودرے“ کی بالائی منزل ”دارالحديث فوقانی“ کی تعمیر ۱۳۵۳ھ میں شروع ہو گئی؛ جب کہ اس سے پہلے دارالحديث بنی ہے؛ لیکن جب دارالعلوم کی ترقی روز افزوں اور طلبہ کی کثرت ہوتی چلی گئی، اس کی ضرورت کا احساس شدید ہوتا چلا گیا، جس کے باعث فوقانی دارالحديث کا قیام عمل میں آیا اور چند سالوں میں ایک عظیم الشان ”ہال“ تعمیر ہوا۔

احاطہ مولسری کی دو جانبوں میں قرأت اور تجوید کی درس گاہیں ہیں، جن سے اٹھنے والی روح پرور قرآن پاک کی شیریں تلاوت ”قال اللہ وقال الرسول“ کا حسین امتزاج پیدا کرتی ہے۔ اس شعبہ کی ابتداء، ۱۳۲۱ھ میں ہوئی اور فراغت کے لیے اس کا التزام ۱۳۵۱ھ میں ہوا ہے، اس کے آغاز کے وقت خدا کا کرشمہ دیکھیے کہ جس طرح دارالعلوم کا آغاز ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ہوا تھا، اسی طرح یہ شعبہ بھی ایک استاذ اور ایک شاگرد سے شروع ہوا ہے، استاذ تھے جناب قاری عبدالوحید خاں الہ آبادی اور شاگرد تھے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب۔

دارالعلوم نے جس طرح لاکھوں ماہرین پختہ کار علماء پیدا کیے ہیں، جو اپنے میدانِ علم و عمل کے فردِ فرید ہیں، اسی طرح دارالعلوم نے ماہرینِ قراء، بہترین مجودین کو پیدا کیا ہے، جو اپنی مثال قائم کیے ہوئے ہیں۔

چونکہ دارالعلوم ۱۳۵۱ھ سے فضلاء کے لیے قرأت و تجوید کا پڑھنا لازم قرار دیا ہے؛ اس لیے کوئی بھی فاضل اپنی علمی تکمیل اس کے بغیر نہیں کر سکتا، یہ سچ ہے کہ دارالعلوم نے اپنے فارغین کو ”قال اللہ وقال الرسول“ کی عملی تفسیر بتاتا ہے۔ مزید اس کی بہترائی کے لیے کوشاں اور نیک مفید مشوروں کا خواہاں بھی ہے، اسی لیے دنیا اس کے فضلاء کو آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔ اس کے علاوہ چند ذیلی شعبہ ہیں، جیسے شعبہ تبلیغ، شعبہ اوقاف، شعبہ برقیات، وغیرہ، جو تندہی سے اپنے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔

دارالعلوم کے ذکرِ خیر کے وقت دارالتفسیر، دارالحديث، دارالافتاء، دارجدید، جامع رشید، باب الظاہر، مدنی گیٹ وغیرہ کا تذکرہ ضروری ہے؛ مگر چوں کہ اس مضمون کو احاطہٴ مولسری اور اس کے شعبہ جات سے متعارف کرانا تھا، اس لیے ان کے تذکروں کو ان شاء اللہ ایک مستقل مضمون میں بیان کیا جائے گا۔

(بشکریہ: ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 1، جلد: 96، صفر المظفر 1433، ہجری مطابق جنوری 2012ء)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی

مدیرِ التصدیقِ قلم سے

حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ شعبان یارِ رمضان ۱۲۴۸ھ کو قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ جو دیوبند سے بارہ میل دور مغرب کی جانب واقع ہے۔ آپ کے والد کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی ذہین، محنتی، اور سعادت مند تھے۔ تعلیم کے دوران آپ اپنے طالب علم ساتھیوں سے نمایاں رہا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قصبہ دیوبند میں فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم حدیث کی تکمیل حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کتابت کا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی تصحیح کی اور کتابت فرمائی۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ اور دہلی میں بھی کتابت کا کام کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حکیم محمد صادق مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فیض الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو زمانہ کتابت میں حدیث پڑھائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ المشائخ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ سلوک اور تصوف کے منازل طے کرنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو نیکی اور تقویٰ میں ڈھال رکھا تھا۔ آپ کے مرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

”ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے، اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ مسئلہ خود کبھی نہیں بتاتے تھے، بلکہ کسی کے حوالے سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ فتویٰ پر اپنا نام لکھنا اور مہر لگانا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ناپسند تھے۔ امامت کروانے سے گھبراتے تھے۔ ہمیشہ مقتدی بن کر نماز ادا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ اور باطل فرقوں کے پادریوں سے کئی مناظرے کیے، اور کامیاب رہے۔

جہادِ حریت کے سلسلے میں تبادلہ خیال ہوا۔ تو مولانا شیخ محمد محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بے سرو سامانی کا ذکر کرتے ہوئے جنگِ آزادی میں بھرپور حصہ لینے سے گریز کی تجویز دی۔ حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفت کی۔ اور فرمایا: کیا ہم اصحابِ بدر سے زیادہ بے سرو سامان ہیں؟ یہ فقرہ سن کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ٹپ اٹھے اور فرمایا: ”الحمد للہ انشراح ہو گیا ہے“ اور جہادی کی تیاری شروع فرمادی۔

امیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، سپہ سالار مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، اور قاضی حضرت گنگوہیر رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ اور تھانہ بھون دارالسلام قرار پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی اطاعت میں جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۶۷ء میں علومِ اسلامیہ کی عظیم یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ جامعہ دارالعلوم دیوبند آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زندہ جاوید کارنامہ اور صدقہ جاریہ ہے۔ جو ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جب جامعہ دارالعلوم دیوبند کے افتتاح کی خبر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچی۔ تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر سر بسجود ہو کر گڑ گڑا تی ہیں کہ خواند کریم! ہندوستان میں اسلام کی بقاء اور علم کے تحفظ کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ انہیں سحر گاہی دعاؤں کا شمر ہے۔“

دارالعلوم دیوبند نے جو خدمات اسلام تحفظ اسلام، قرآن و حدیث کے علوم کی نشر و اشاعت، اور مسلمانوں کی عملی تربیت کے سلسلہ میں انجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے باعثِ فخر ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے منسلک افراد اپنے اپنے دور کے مایہ ناز عالم، محقق، محدث، فقیہ ہیں۔ اور اپنے اپنے دور میں ممتاز علماء مانے گئے۔ جامعہ دارالعلوم

کے سرپرستوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ جامعہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ السلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیر رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہزاروں مشاہیر علماء شامل ہیں۔ جن کے علم و عمل زہد و تقویٰ کی مثالیں اب نہیں ملتی۔

بہر حال حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم محقق اور مدث تھے۔ اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ تواضع و انکساری کا یہ عالم تھا۔ اگر کوئی آپ کو مولوی صاحب کہ کر پکارتا تو آپ ناراض ہوتے تھے۔ اگر کوئی نام لیکر پکارتا تو آپ خوش ہوتے اور عزت و احترام سے بات کرتے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

”حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی، اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ گاڑھے کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتہ تشریف لے جاتے ہوئے ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم سمجھتے ہوئے پوچھا: کہ سوت کا آج کیا بھاؤ ہے؟ تو مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا۔“ (قصص الاکابر)

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے جاتے تو حدود حرم میں جوتے نہیں اتارا کرتے تھے اور ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ اور فرماتے:

”جس زمین اور گلی کو چوں میں پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں میں وہاں جوتے پہن کر چلوں۔“

اللہ اکبر! کیا محبت و عشق ہے اپنے آقائے نامدار ﷺ سے۔

بہر حال آپ رحمۃ اللہ علیہ روحانیت و علمیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ درس و تدریس، تبلیغ اور ارشاد کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد تصانیف لکھی ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر ان

کتابوں کا ترجمہ عربی میں کر دیا جائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہ بتایا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہیں۔

آپ کی مشہور تصانیف:

تقریر دلیزیر، آپ حیات، انتصار الاسلام، مباحثہ شاہجہان پور، جمال قاسمی، اور توشیح الکلام وغیرہ ہیں اگرچہ مزکورہ کتابیں اردو زبان میں ہیں لیکن ان کا سمجھنا عوام تو عوام بعض علماء کے بس میں نہیں ہے۔ الفاظ اور زبان نہایت ہی سہل ہیں مگر علوم نہایت عالمانہ اور مشکل مذکور ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو حج کیے۔ پہلا حج حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ۱۲۷۷ھ میں کیا۔ اور دوسرا ۱۲۹۴ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اربابین اُمت کے ساتھ کیا۔ اور بلا آخر علم و عمل کا یہ آفتاب ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

علم کی آفت اور جو شخص علم پر عمل نہ کرے اسکی وعید کے بیان میں

مولانا کلیم احمد قاسمی صاحب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین کی آفت تین شخصیتوں کے باعث ہے۔۔۔ گناہگار فقیہ، ظالم حکمران اور جاہل مجتہد۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں کا خوف ہے۔۔۔ عالم کے پھسلنے کا، منافق کا قرآن کے متعلق جھگڑا کرنے اور تقدیر کو جھٹلانے کا۔ (طبرانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: علماء اس وقت تک (علوم) رسالت کے امین ہیں جب تک وہ سلطان کا قرب حاصل کرنے کو شش نہ کریں اور دنیا میں نہ کھوجائیں۔ پس جب وہ سلطان کا قریب ہو جائیں تو ان سے بچو اور جب وہ دنیا میں گھر جائیں تو انہوں نے رسولوں کے ساتھ خیانت کی، لہذا تم ان سے بچو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: وہ عالم جو لوگوں کی بھلائی کی تعلیم دے اور اپنا آپ بھولا رکھے، اس کی مثال (چراغ کی) پتی کی سی ہے، جس سے دوسرے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن (اس کا اپنا مقدر) محض جلنا ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید عذاب اس عالم کو دیا جائے گا جسے اس کا علم نفع نہ دے سکے (ابوداؤد طیالسی، سنن سعید بن منصور، ابن عدی، بیہقی)

انہی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر عالم دنیا اور جاہل آخرت سے نفرت کرتا

ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس کے علم کے

متعلق بھی سوال کرے گا جیسے کہ اس کے مال کے متعلق پوچھے گا۔ (طبرانی)

حضرت انسؓ روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اہل جنت میں سے کچھ لوگ اہل جہنم پر مطلع ہوں گے اور ان سے پوچھیں گے کہ کیوں تم جہنم میں داخل ہوئے، حالانکہ قسم بخدا! ہم تو تم ہی سے سیکھ کر جنت میں داخل ہوئے ہیں۔ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم کہا کرتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (طبرانی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: کوئی بھی شخص اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بڑے عالم سے حسد کرنے، اپنے علاوہ دوسروں کو حقیر سمجھنے اور علم کے ذریعے اس کی قیمت وصول کرنے سے باز نہ رہے۔ (دارمی)

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں: دو قسم کے لوگ جب صحیح ہو جائیں تو تمام لوگ ٹھیک ہو جاتے ہیں اور اگر وہ خراب ہو جائیں تو تمام لوگ خراب ہو جاتے ہیں ۱۔ علماء ۲۔ امراء۔ (حلیہ از ابو نعیم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ پڑھے اور دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے، پھر سلطان کے دروازے پر آئے اس کی چابکدہسی کرنے کیلئے اور انعام کے لالچ میں تو وہ اپنی خطا کے مطابق جہنم کی آگ میں ڈوبے گا۔ (ابو شیخ)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عمل کے بجائے کسی اور مقصد کیلئے علم حاصل کرے تو گویا اپنے رب کے ساتھ مذاق کرنے والا ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کیلئے علم حاصل کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ (ترمذی)

حضرت عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اپنے بعد مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ ہر منافق شخص زبان (حسن کلام) کا ماہر ہوگا (یعنی اس کا علم اس کے دل میں تاثیر پیدا نہیں کرے گا)۔ (طبرانی، شعب الایمان)

حضرت ابو عثمان النندی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو ممبر پر بیٹھ کر یہ فرماتے ہوئے سنا: منافق علم

سے بچو۔ لوگوں نے عرض کہ، کوئی منافق کیسے علم ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا وہ بات حق بیان کرتا ہے لیکن عمل باطل سرانجام دیتا ہے۔ (شعب الایمان از بیہقی ابن نجار)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میری قوم کا ایک گروہ کتاب اور دودھ کے باعث ہلاک ہو جائیگا۔ لوگوں نے عرض کی، اہل کتاب کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ کتاب کا علم اس لئے حاصل کریں گے تاکہ اس کے ذریعہ اہل ایمان سے جھگڑا کر سکیں۔ پوچھا گیا، اور دودھ والے کون ہوں گے؟ جواب ملا: وہ لوگ جو شہوات کی پیروی کرتے ہیں اور نماز ضائع کر دیتے ہیں۔ (ابن عساکر، شعب الایمان)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ وہ قرآن کا علم حاصل کریں گے۔ اس کے حروف اکٹھے کریں گے لیکن اس کی حدود توڑ دیں گے۔ بربادی ہے ان کی جمع کرنے پر اور بربادی ہے ان کے حدود پار کرنے پر۔ جمع کرنے والے کہلانے کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہوں گے جن پر قرآن کا ہلکا سا اثر بھی دکھائی ہی نہ دے۔ (ابو نعیم)

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے اپنی امت میں سب سے خوف اس بات کا ہے کہ لوگ قرآن کی غلط تاویل کیا کریں گے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں اے حامل علم! اپنے علم پر عمل کرو۔ (ماخوذ بتائید مذہب حنفی)



قیمتی جواہرات

محمد الرحمن معاویہ - لاہور

- ☆ جھوٹی زبان سب سے بڑی مجرم ہے۔
- ☆ ہمت سے زندگی بنتی ہے، اور بے دلی سے موت۔
- ☆ جہد و جہد نہ کرنا محتاجی کا باعث بنتا ہے۔
- ☆ خاموش نہیں رہ سکتے تو ایسی بات کہو جو خاموشی سے بہتر ہو۔
- ☆ راحت آمدنی میں کثرت سے نہیں، بلکہ قناعت میں ہے۔
- ☆ مصیبت میں آرام کی تلاش مصیبت میں اضافہ کرتی ہے۔

- ☆ خوبصورتی کی کمی کو اخلاق پورا کر سکتا ہے، مگر اخلاق کی کمی کو خوبصورتی پورا نہیں کر سکتی۔
- ☆ بغیر کوشش کے کامیابی حاصل کرنے کی خواہش ایسی ہے جیسے بغیر پروں کے اڑنے کی خواہش۔
- ☆ صبر ایسی سواری ہے جو اپنے سوار کو نہ کسی کی نظروں میں گرنے دیتے ہے، نہ کسی کے قدموں میں۔
- ☆ معاملات کو عقل کے بجائے غصہ سے حل کرنے والا نہ صرف اپنا نقصان کرتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اذیت دیتا ہے۔

www.algazali.org

ادب کی اہمیت

محمد داؤد الرحمن علی

انسانی زندگی کے دن رات کے اعمال مثال کے طور پر رہن سہن۔ ملنا جلنا اور لین دین کے عمدہ اصول اور ضوابط کو آداب کہا جاتا ہے۔ ان آداب کی پابندی سے ہی انسان تہذیب یافتہ اور شائستہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد آداب زندگی کو ملحوظ خاطر رکھے تو دوسرے لوگوں کو بہت زیادہ آرام پہنچ سکتا ہے۔ اور لوگوں کی ناگواری کا باعث نہیں بنتا۔ یہ حقیقت ہے کہ غیر مسلم اقوام نے مزہب ایک جگہ سے اور آداب دوسری جگہ سے حاصل کیے۔ مثال کے طور پر نصاریٰ نے مزہب انجیل سے مگر آداب روم اور یونان سے حاصل کیے۔ اسلام ایک ایسا مکمل دین ہے کہ اس نے ایمان، عبادات، اخلاق اور آداب سیرت نبوی ﷺ کو سرچشمہ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام بڑی سے بڑی قوموں کے پاس قرآن اور اپنے پیغمبر ﷺ کا فرمان لیکر گیا اور ان کو چند ہی دنوں میں مہذب بنادیا۔

دور حاضر کے مسلمانوں نے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، اور زندگی کے دوسرے اصولوں میں کفار و مشرکین کو اپنا امام و رہبر بنا رکھا ہے۔ ان خدا فراموشوں کا جو بھی طریقہ آتا ہے، اسے جھٹ سے قبول کر لیتے ہیں۔ اور بڑے ہی فخر کے ساتھ ان طریقوں پر عمل کرتے ہیں تعجب کی بات ہے ایمان تو لائیں نبی آخر الزمان ﷺ پر اور طور طریقے پسند کریں کافروں اور مشرکوں کے۔

اپنے آقا ﷺ کی اتباع کرنے میں کراہت محسوس کرنا، اور احساس کمتری یہ سراسر بیوقوفی ہے۔ ہم کو چاہیے کہ اپنے آقا ﷺ کی سنتوں پر مر مٹ جائیں! اہل دنیا کی نظروں میں باعزت اور باکردار ہونے کے خیال میں اپنی آخرت کی عظمت کو نہ بھولیں۔ یاد رکھ آخرت کی ذلت اور رسوائی بہت بڑی ہے۔

بعض لوگ آداب کو تو اچھا سمجھتے ہیں پر اس کی اہمیت کو نہیں سمجھ پاتے۔ یہ بہت بڑی نادانی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا۔

”اَدْبَنِی رَبِّی فَاَحْسِنْ تَاَدِیْبِی“

”مجھے رب نے ادب سکھایا اور بہترین سکھایا۔“

انسان کو چاہیے کہ آداب زندگی سے اپنے اعمال صالحہ کو تقویت اور زینت بخشنے۔ یاد رکھیے آپ کو عملِ آداب سے خالی ہو گا وہ درحقیقت حسن و جمال سے خالی ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ ہو گا۔ حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا۔

”اللہ جمیل و یحب الجمال“ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں موت و حیات کی تخلیق کی غرض یوں بیان کی گئی ہے۔

”خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لَیَبْلُوْکُمْ اَیْکُمْ اَحْسَنَ عَمَلًا“

موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ آزمایا جائے کہ تم میں سے کون اعمال کے لحاظ سے حسین تر ہے۔

اس سے معلوم ہوا اللہ رب العزت کو اعمال کثرت کی بہ نسبت اعمال کا حسن زیادہ پیارا ہے۔ مومن کو چاہیے کہ ہر عمل میں آداب کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”الدین کُلُّہ اَدَب“ دین سراسر ادب ہے۔

یہ کئی بات ہے کہ جس کو ادب کی توفیق نصیب ہوئی اسے سعادت ملی اور جو ادب سے محروم ہو گیا وہ سعادت سے محروم ہو گیا۔ گویا با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ علمائے امت نے ادب کی اہمیت پر ایسی خوبصورت باتیں لکھی ہیں کہ ان میں سے تو بعض ضرب المثل کا درجہ پا چکی ہیں۔ مثال کے طور پر

”الْاَدَبُ جَنَّةٌ لِلنَّاسِ“ ادب انسانوں کے لیے ڈھال ہے۔

”لَا مِیْرَاثَ کَالْاَدَبِ“ ادب جیسے کوئی میراث نہیں۔

ادب اکابرین کی نظر میں

ادب کی اہمیت کے متعلق امت کے اکابرین کے چند اقوال ذکر کرتا ہوں۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو۔

امیر المؤمنین خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہر چیز کی کوئی قیمت ہوتی ہے، انسان کی قیمت اُسکا علم اور ادب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میرے پاس ایسے شخص کا ذکر آئے جسے اولین و آخرین دونوں کا علم ہو، مگر وہ آدابِ نفس سے خالی ہو تو مجھے اسکی ملاقات نہ ہونی پر کبھی بھی افسوس نہیں ہوگا۔ اور جب کبھی سننے میں آتا ہے کہ فلاں آدمی آدابِ نفس کا حامل ہے۔ تو اس سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔

ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اسلام کے پانچ قلعے ہیں۔ پہلا یقین، دوسرا اخلاص، تیسرا فرض کی ادائیگی، چوتھا تکمیلِ سنن، پانچواں آداب کی حفاظت۔ جب تک انسان آداب کی حفاظت اور نگرانی کرتا رہتا ہے، تو شیطان اس سے مایوس ہوتا رہتا ہے۔ اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے، تو شیطان سننیں چھڑوانے کی فکر کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ پھر فرائض، اخلاص، اور یقین تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

حضرت مخلص بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہم کثرتِ حدیث کی بہ نسبت ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ تارکِ ادب اخلاقِ محمدی (ﷺ) سے بہت دور ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ جسے شریعت اور آدابِ بندگی کا علم نہ ہو وہ ہر گز علمِ حق سے بہرہ بند نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتبوب ہے و مغضوب ہے۔

حضرت رویم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔

”یا بنی اجعل عملک ملحا وأدبک دقیقا، أي استکثر من الأدب حتی تكون نسبة فی الکثرة نسبة

الدقیق إلى الملح.“

اے بیٹے اپنے عمل کو نمک بنا اور ادب کو آٹا بنا۔ یعنی ادب میں اضافہ کر حتیٰ کہ کثرت میں عمل و ادب کی نسبت نمک اور

آٹے جیسی ہو جائے۔

حضرت ابو عبد اللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ آدابِ نفس کا حاصل کرنا علم کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔
ادب شعراء کی نظر میں:

ادب کی اہمیت کے عنوان پر دنیا میں مختلف زبانوں میں اشعار کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ یہاں پر نمونہ کے طور پر عربی، فارسی، اور اردو زبان کا ایک ایک شعر نقل کرتا ہوں۔

اَدبُوا النفس اَیُّهَا الْأَصْحَابُ

طرق العشق کلھا آداب

اے دوستو! اپنے آپ کو ادب سکھاؤ۔ اس لئے کہ عشق کے سب طریقے ادب ہی ادب ہیں۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب

بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ اس لیے کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے محروم رہتا ہے۔

نموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ادب سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حیاتِ خضر کے متعلق علامہ کشمیری کی رائے

مولانا عادل ایوب صلاب

استاذ معہد عثمان بن عفان، کراچی

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کہتے ہیں کہ خضر مثالی جسم کے ساتھ موجود ہیں، بحرِ علوم کی یہی رائے ہے، مگر میری رائے یہ ہے کہ وہ مادی بدن کے ساتھ موجود ہیں البتہ سب کو نظر نہیں آتے، کسی کسی کو نظر جاتے ہیں، انکے سپرد ایسی خدمات ہیں کہ اولیاء سے انکی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ (نوادرِ امام کشمیری انظر شاہ صفحہ 327)

صحیح بخاری میں، مفردات القرآن میں امام بخاری کا مآخذ کیا ہے؟

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری مفردات قرآن کے معانی اکثر قاضی ابو عبید کی مجاز القرآن سے نقل کرتے ہیں، کبھی سیبویہ اور کبھی فراء کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں لیکن انکا نا نہیں لیتے، میں نے تتبع کیا تو ان دونوں کے اقوال ایسے مواقع میں موجود پائے۔ (نوادرِ امام کشمیری صفحہ 231)

حدوثِ عالم کا نظریہ اور اس میں اختلاف

علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ حدوثِ عالم کا نظریہ تواتر سے ثابت ہے، ابن تیمیہ نے لکھا کہ کوئی فلسفی عالم کو قدیم نہیں مانتا تھا، خود افلاطون (ارسطو کا استاد) عالم کے حادث ہونے کا قائل تھا، ارسطو پہلا فلسفی ہے جو عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہوا حالانکہ یہ نظریہ باطل اور کفر ہے، میں کہتا ہوں کہ تمام سماوی ادیان بھی حدوث کے قائل تھے البتہ بعض صوفیہ عالم کی بعض اشیاء کو قدیم مانتے ہیں جیسا کہ محی الدین ابن العربی، المعروف بہ الشیخ الاکبر ----- علامہ جلال الدین الدوانی نے حافظ ابن تیمیہ کے متعلق لکھا کہ وہ عرش کے قدیم ہونے کے قائل ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے، ابن تیمیہ اسکے قائل نہیں،

انکے شاگرد نے اپنے قصیدہ میں اسکی تردید کی ہے، فلاسفہ میں کوئی بھی حدوث ذاتی کا قائل نہیں تھا یہ نظریہ ابن سینا نے پیش کیا، ہو اسلام اور فلسفہ کو متحد کرنا چاہتا تھا، یونانی فلاسفہ افلاک و عناصر (یعنی آگ، پانی، مٹی اور ہوا) کو قدیم بالشخص اور جمادات، نباتات اور حیوانات کو قدیم بالنوع مانتے ہیں، میں نے اسکا بطلان اپنے رسالہ ”مرقاۃ الطارم“ میں کیا ہے۔

علامہ کشمیری مزید فرماتے ہیں کہ ابن سینا ارسطو کے ایک شاگرد جسکا نام ”سامطوس“ ہے کا اتباع کرتا ہے، حالانکہ ارسطو کے دو شاگردوں کے درمیان اختلاف ہے ایک کہتا ہے کہ ارسطو عالم کو حادث کہتا تھا، جبکہ دوسرے شاگرد کا بیان ہے کہ ارسطو عالم کے قدیم ہونے کا قائل تھا پھر کیسے مناسب ہے کہ ایک شاگرد کے بیان پر اعتماد کیا جائے۔
(نوادرات امام کشمیری صفحہ 205-206)

www.algazali.org

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات

محمد ﷺ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ لوگوں میں کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے۔ ایسے میں بنو تمیم کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ ”اے اللہ کے رسول! (ﷺ) انصاف سے تقسیم فرمائیے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تیرا ناس ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو کون انصاف کرے گا۔ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو میں ناکام رہا اور برباد ہو جاؤں گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! (ﷺ) مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔“

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”نہیں! اسے چھوڑ دو اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ ان کے نماز روزے کے مقابلے میں تم اپنے نماز روزے کو کم سمجھو گے (یعنی ظاہر میں)۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کی ہنسی سے آگے نہیں جائے گا (یعنی ان کے دل کی طرف نہیں جائے گا) اور یہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیرا شکار کو لگ کر اس سے پار ہو جاتا ہے۔ تیرے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، پھر اس کی تانت کو دیکھا جائے جس سے تیرے پھل کو لکڑی سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، حالانکہ یہ تیرا شکار کی او جھڑی اور خون میں سے گزر کر پار گیا ہے، لیکن پورے تیر پر اس او جھڑی اور خون کا نشان نظر نہیں آئے گا۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک کالا آدمی ہو گا۔ اس کے ایک بازو کا گوشت خوب ہلتا ہو گا۔ یہ لوگ اس وقت ظاہر ہونگے جب لوگوں

میں اختلاف و انتشار کا زور ہوگا۔“

یعنی آپ ﷺ نے ان لوگوں کی یہ نشانیاں بتائیں اور یہ جو تیر کا ذکر فرمایا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح تیر پر کچھ نہیں لگتا، اسی طرح ان لوگوں پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں گواہی دیتا ہوں میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو لانے کا حکم دیا تھا۔ لوگ اسے ڈھونڈ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تھے اور جو نبی کریم ﷺ نے نشانیاں ارشاد فرمائی تھیں، وہ میں نے اس شخص میں پوری دیکھی تھیں، یعنی وہ کالا تھا اس کے بازو کا گوشت خوب ہلتا تھا۔“ (البدایہ: 362/4)

☆☆☆☆☆

جب منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی مرگیا تو اس کے صاحبزادہ (جو مسلمان تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”آپ مجھے اپنی قمیض مبارک دے دیں۔ میں اس میں اپنے باپ کو دفناؤں گا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے استغفار فرمائیں۔“ آپ ﷺ نے انہیں اپنی قمیض دے دی اور فرمایا:

”جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا۔ میں اس کی نماز جنازہ پڑھوں گا۔“

جب آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے استغفار کرنے اور نہ کرنے، دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، آپ ان

منافقوں کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔“

چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:
اور ان میں کوئی مر جائے تو اس کے جنازے پر پر کبھی نماز نہ پڑھیں (سورہ توبہ: 84)



ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کیا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ چند دن بیمار رہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:
”اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے۔ اس نے گرہیں لگا کر فلاں کنویں میں پھینک دی ہیں۔ آپ کسی کو بھیج کر منگوا لیں۔“

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان گرہوں کو کھولا تو آپ ﷺ اس طرح ٹھیک ہو کر کھڑے ہو گئے جیسے کسی بندھن سے نکلے ہوں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کرتی ہیں۔
حضور اکرم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ اس کے اثر کی وجہ سے آپ ﷺ کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت آپ ﷺ نہیں گئے ہوتے تھے اور یہ اثر سب سے سخت جادو کا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے۔ میرے پاس دو فرشتے آئے تھے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا، اور دوسرا پاؤں کے پاس۔ سر والے نے پاؤں والے سے کہا:
حضرت کو کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا: آپ ﷺ پر جادو کیا گیا ہے۔
پہلے والے نے کہا: جادو کس نے کیا ہے۔

دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے جو قبیلہ بنو زریق کا ہے۔ وہ یہودیوں کا ساتھی اور طرف دار ہے اور منافق ہے۔

پہلے والے فرشتہ نے پوچھا: اس نے جادو کس چیز میں کیا ہے۔

دوسرے نے کہا: کنگھی پر اور کنگھی سے گرے ہوئے بالوں پر کیا ہے۔

پہلے والے نے پوچھا: یہ چیزیں کہاں ہیں۔؟

دوسرے نے جواب دیا:

نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں، زروان کنویں کے اندر جو پتھر رکھا ہوا ہے، اس کے نیچے رکھی ہوئی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور یہ چیزیں اس میں سے نکال لیں اور فرمایا:

”یہ کنواں وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اس کنویں کا پانی سرخ تھا اور اس کنویں کے کھجوروں کے درخت

ایسے وحشت ناک تھے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

”آپ نے یہ چیزیں لوگوں کو کیوں نہ دکھائیں، اور ان کو دُفن کیوں کرایا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے تو (جادو) سے شفاء فرمادی اور میں کسی کے خلاف فتنہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا تھا۔“ (بخاری، مسلم)

بلوچستان کے تحفے آپ ﷺ کی خدمت میں

محمد شعیب نواز - ملتان

تاریخ کی کتابوں میں آپ کو بلوچستان کا نام نہیں ملے گا۔ بلوچستان کا ایک شہر ہے جس کا نام قلات ہے، اور ایک خضدار ہے۔ یہاں ایک راجہ تھا، اس راجہ کو کسی نے خوشخبری دی کہ نبی آخر الزمان پیغمبر اسلام ﷺ دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ اس نے اپنے چند ساتھیوں سے کہا:

تم رسول اکرم ﷺ کے پاس مدینہ جاؤ اور میرا سلام کہو اور دیکھو کہ وہ واقعی نبی آخر الزمان ﷺ ہیں۔ اگر حضور ﷺ آگئے ہیں تو میں بھی جاؤں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھوں گا۔ جب وفد روانہ ہونے لگا تو راجہ نے اپنے وفد سے کہا: اگر نبی آخر الزمان ﷺ تمہیں مل جائیں تو آپ ﷺ کو میری طرف سے دو چیزیں تحفہ میں دے دینا۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ یہ تحفے ہندوستان کے تھے اور وہ دو چیزیں عرب ملکوں میں نہیں تھیں۔

ایک تحفہ ساگوان کی لکڑی کا تھا۔ سب سے اچھی لکڑی ساگوان کی ہے۔ اور ایک پھل تھا اسے عربی میں زنجبیل کہتے ہیں اور اردو میں ادراک کہتے ہیں۔ راجہ نے ایک گھڑا لیکر اس میں پانی بھر دیا اور اس میں ادراک ڈال دیا تاکہ تازہ رہے۔ وفد یہ تحائف لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

جب رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ وفد پہنچا، اس وقت آپ ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ وفد نے آپ ﷺ کی خدمت میں ساگوان کی لکڑی اور پھل پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس پھل کو تناول فرمایا اور کہا: یہ ادراک کا پھل ہے یہ بڑی بیماریوں کا علاج ہے۔ اس وقت جتنے بھی صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں موجود تھے ان سب میں ادراک کا پھل بانٹا گیا۔ اور جو لکڑی تھی اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ! جاؤ جہاں میرا بستر پڑا ہے، وہاں ایک چٹائی ہے۔ اس کی جگہ اس ساگوان کی لکڑی کو لے جاؤ۔ ایک چار پائی بناؤ، اس لکڑی سے پائے بناؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی جو چار پائی تھی وہ اسی ساگوان کی لکڑی سے بنائی گئی تھی۔

اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چٹائی پچھائی گئی۔

(بحوالہ: جواہرات فاروقی: جلد نمبر: 3 صفحہ نمبر: 342)

www.algazali.org

وصیت

(از : ماہر قانون (یوب (محمد خان)

اسلامی شریعت کا یہ سنہری اصول ہے کہ ”لا ضرر ولا ضرار“ نہ تو کوئی کسی کو نقصان پہنچائے اور نہ ہی اسے نقصان پہنچایا جائے۔ اپنے شرعی ورثاء یا ان میں سے بعض کو نقصان پہنچانا حرام ہے اور ایسا کرنے والے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ بددعائی گئی ہے۔

”من ضار أضر الله به ومن شاق شق الله عليه“

ترجمہ: جس نے کسی کا نقصان کیا، اللہ اس کا نقصان کرے اور جس نے کسی پر سختی اور مشقت کی اللہ اس پر سختی اور مشقت کرے۔

وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانے کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً کسی وارث کو اس کے شرعی حق سے محروم کرنا، یا کسی وارث کے لئے شریعت کے مقرر کردہ حق کے برخلاف وصیت کرنا، یا ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا وغیرہ۔ اور ایسے ملکوں میں جہاں لوگ شرعی عدالتوں کے ماتحت زندگی نہیں گزارتے کسی حقدار کا اپنا شرعی حق حاصل کر لینا بہت مشکل کام ہے کیونکہ وہاں پر انسانوں کے ایجاد کردہ قوانین کے تحت چلنے والی غیر شرعی عدالتیں شریعت کے خلاف فیصلے کرتی ہیں اور رجسٹرار کے پاس درج کی ہوئی ظالمانہ وصیت کو نافذ کرنے کا آرڈر جاری کرتی ہیں۔ ان کے ہاتھوں کی ایسی لکھائی اور ایسی کمائی پر ہلاکت، تباہی اور بربادی ہی ان کا مقدر بنے گی۔

پہلی بات ہمارے معاشرے میں وصیت کی طرف دھیان دیا ہی نہیں جاتا، بہت سارے احباب بہت سی چیزوں میں اپنا سرمایہ لگاتے ہیں جیسے زمین جائیداد، شیراز، بانڈس، چٹھی، این لیس سی، انشورنس، بینکوں میں ڈپازٹس وغیرہ، لیکن افسوس یہ کہ اپنی مالیت کی تفصیلات کہیں درج نہیں کرتے حتیٰ کہ اپنی ڈائری میں بھی نہیں، پھر طرفہ تماشا کہ پراپرٹی رجسٹرڈ نہیں کراتے بلکہ جی پی او میں رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ بعد میں وصیت نہ ہونے کی وجہ سے خاندان کے لوگ آپس میں لڑ جھگڑ کر جائیداد ادا کرنے

پونے داموں میں فروخت کر دیتے ہیں۔ اس لڑائی جھگڑے میں ایمان، شرافت، اخلاق سب داؤ پر لگ جاتے ہیں۔ غیر مسلموں سے معاملات کرتے وقت دیکھا گیا کہ وہ مسلمانوں کی آبائی جائیداد کو اصل داموں میں بھی خریدنے سے کتراتے ہیں کہ کہیں وہ شخص دو، تین بیویوں والا نہ ہو اور بعد میں اس کے ان گنت وارثین تکرار نہ کر بیٹھیں۔ اور اگر چند لوگ وصیت کرتے بھی ہیں تو شریعت کے خلاف جائیداد کی تقسیم کرتے ہیں، جس سے دین اور ایمان متاثر ہوتا ہے۔

بہر حال اگر کوئی شخص اپنی ذاتی محنت سے کچھ جائیداد کماتا ہے تو شریعت کی رو سے اپنے اثاثہ کا ایک تہائی (1/3) حصہ اپنی مرضی سے اپنے پسند کے شخص کو دینے کی وصیت کر سکتا ہے، باقی جائیداد شریعت کی حدود میں تقسیم کرنا ہے۔

اس لئے بہتر ہے کہ ہر شخص جس کا کچھ بھی اثاثہ، بینک بیلنس، پراپرٹی یا کہیں سے بھی کچھ روپیہ پیسہ آنے والا ہو، یا بزنس کا کچھ بھی حق بنتا ہو، پہلی فرصت میں وصیت کرے اور اس کو رجسٹرڈ کراوے۔ وصیت کو رجسٹرڈ کرانے کے لئے زیادہ خرچ بھی نہیں آئے گا، کل خرچ ملا کر پانچ ہزار روپیوں سے کم میں کام ہو جائے گا، جس سے لاکھوں کی جائیداد کی حفاظت بھی ہوگی اور مستقبل کے لڑائی جھگڑے، کورٹ کچہری کا خرچ جو ہزاروں لاکھوں روپے میں ہوتا ہے بچ سکتے ہیں۔

پیان (PAN) کیا ہے؟

پیان یعنی Permanent Account Number (پرماننٹ اکاؤنٹ نمبر ہے۔

پیان-10 عددوں والا کوڈ ہے جو انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ مہیا کرتا ہے۔

ہر شخص جس کی آمدنی سالانہ 50,000 روپے سے تجاوز کرتی ہو یا جس کی تجارت سالانہ 5 لاکھ سے تجاوز کرتی ہو یعنی (Sales/Turnover) اس کو انکم ٹیکس کے سکشن 139A اور رول 114B کے تحت فارم نمبر 49A اپلی کیشن دینا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک عدد اسٹامپ سائز کا کلر فوٹو، شناخت، تاریخ پیدائش اور پتہ کا کوئی بھی پروف داخل کیا جائے۔ سو روپے سے کم خرچ میں PAN حاصل کر سکتے ہیں۔ درج ذیل چیزوں کی خرید و فروخت یا کاموں کیلئے PAN ضروری ہے۔

(ا) اگر بینک میں اکاؤنٹ کھولنا ہے۔

(۲) اگر پراپرٹی (زمین جائیداد) خرید و فروخت کرنا ہے جسکی مالیت 5 لاکھ اور اس سے اوپر ہے۔

(۳) اگر موٹر گاڑی (دوپہیوں والی چھوڑ کر) خریدنا ہو تو (۴) اگر فکسڈ ڈپازٹ (F.D) 50,000 سے بڑھ کر رکھوانا ہو تو یا D.D وغیرہ بنانا ہو تو۔

(۵) ٹیلی فون، یا سیل فون (موبائل) وغیرہ کا اپلی کیشن دینا ہو تو۔ (۶) ہوٹل یا فارن ٹور میں 25,000 روپے کا بل ادا کرنا ہو تو

(۷) اگر انکم ٹیکسس رٹرن فائل کرنا ہو تو بھی یہ ضروری ہے۔

(۸) بینک سے قرضہ حاصل کرنے کے لئے۔

چند موقعوں پر Form نمبر 60 یا 61 سے کام چلایا جاسکتا ہے۔ مگر PAN استعمال کرنا ہمیشہ موزوں اور فائدہ مند ہے۔ اس کے علاوہ PAN پہلے ہی حاصل کرنا ہمیشہ بہتر ہے کیونکہ جس طرح راشن کارڈ یا ووٹر لسٹ بہت سے موقعوں پر ضروری ہے اس طرح PAN بھی ضروری ہو گیا ہے۔

تسہیل و تلخیص ملفوظات

محی السنہ عارف باللہ مولانا شاہ ابرار الحق حقّیؒ

جامع: مرشدی و مولائی عارف باللہ شاہ محمد اہل اللہ دامت برکاتہم۔

قسط: اوّل

اصلاح ظاہر و باطن

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اِلَّا يَذْكُرِ اللّٰهُ تَطْمَنُّ الْقُلُوْبُ (پ ۱۳ ع، ۱)

ترجمہ: مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ (بیان القرآن ص ۱۱۳ ج ۵)

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن نفع کے اعتبار سے ان کی دو قسمیں ہیں، ایک خاص، دوسرے عام، بہت سی چیزیں خاص ہیں نفع کے اعتبار سے جیسے ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ کہ ان سے وہی لوگ نفع اٹھا سکیں گے جو روپیہ پیسہ خرچ کر کے سفر کریں، یا ہنر سیکھ کر، ڈرائیوری سیکھ کر اس کی ملازمت کریں بہت سے لوگوں کو نہ تو چلانا آتا ہے اور نہ ہی ان کو سفر کرنیکی ضرورت اور فرصت ہے، اس لئے ان خاص خاص چیزوں کے فائدے کو وہ لوگ حاصل نہیں کر سکتے اور بہت سی چیزیں عام ضرورت کی ہیں جیسے ہوا پانی وغیرہ کہ ان سے عام انسان فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

ہر انسان سکون چاہتا ہے

بعض چیزیں انسان کی ضرورت کی ایسی ہیں کہ جن کے حاصل کرنے کی خواہش عام طور پر سب کو ہوتی ہے جیسے چین

وراحت ہے سکون اطمینان ہے کہ ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے کہ یہ حاصل ہو جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان مسلم ہو یا غیر مسلم سب کو تمنا ہے راحت و سکون اور اطمینان حاصل ہو۔

سکون کی تلاش اور اس کا انجام

اسکے لئے ہر شخص کوشش کیا کرتا ہے، مگر اس کے باوجود چین و سکون نصیب نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے حاصل کر نیکا صحیح راستہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے غلط راستہ اختیار کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ سوائے محرومی و ناکامی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ بہت سے لوگوں نے سکون و اطمینان اور راحت و چین کو اولاد کی کثرت، حصول حکومت یا باغات و تجارت وغیرہ سے حاصل کرنے کو سوچا ہے مگر حالات و واقعات اس کے خلاف دیکھے جاتے ہیں کہ حکومت اور مال و دولت کے حاصل ہونے کے باوجود سکون و اطمینان اور چین نصیب نہیں ہوتا

ایک وزیر صاحب کا حال سننے میں آیا کہ باوجود صاحب اولاد و صاحب مال و اسباب ہونے کے ایک مقدمہ ان پر قائم ہے، جس سے ساری زندگی تلخ کڑوی ہو چکی ہے نہ مال میں سکون نہ اولاد میں چین، نہ حکومت و ثروت میں راحت، ساری دولت کے باوجود زندگی پریشان، ایر کنڈیشن مکان میں آرام فرماہیں، زیب و زینت و آرائش کے سارے سامان مہیا ہیں، پر تکلف کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں مگر اصل چیز جس کیلئے یہ سب ہے یعنی قلب کا اطمینان اور دل کا سکون وہ حاصل نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر لوگوں نے سکون حاصل کر نیکا جو طریقہ سمجھا ہے صحیح نہیں ہے۔

سکون کا صحیح راستہ کیا ہے؟

بلکہ اس کے حاصل کرنے کی دوسری تدبیر ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ تدبیر کیا ہے، تو اسکے متعلق پہلے ایک مثال عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ بات خوب ذہن نشین ہو جائے، وہ یہ کہ انسان کے اعضاء و قسم کے ہیں ایک ظاہر، دوسرے باطن، اعضاء ظاہرہ مثلاً آنکھ ہے اس میں ریزہ یا گرد و غبار سفر کی حالت میں اڑ کر پڑ گیا تو اس سے بیقراری کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور آنکھ کا جو صحیح کام ہے لکھنا پڑھنا، پر فضا مقامات اچھے عمدہ باغات وغیرہ کا دیکھنا اور فرحت حاصل کرنا یہ سارے فوائد ختم اور مفقود ہو گئے

ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ گرد و غبار اور چھوٹے چھوٹے ذرات جو کہ آنکھ کے لئے اجنبی ہیں ان کے پڑنے کی وجہ سے ایک تو سکون ختم ہو گیا اور بے چینی پیدا ہو گئی دوسرے یہ کہ آنکھ کے جو منافع تھے وہ بھی ختم ہو گئے تو معلوم ہوا کہ اجنبی چیز کے دخل انداز ہونے سے خلل پڑ جاتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے جو فوائد ہیں وہ بھی مفقود ہو جاتے ہیں۔

اجنبی کے ہونے سے بے چینی ہو جاتی ہے

دوسری مثال ایک شخص سو کر اٹھا اس کے ہاتھ میں ورم معلوم ہوا جس سے پریشان ہو کر ڈاکٹر کے یہاں جانے لگا تو راستہ میں کسی نے کہا کہ بھائی کہاں جا رہے ہو، ڈاکٹر کے یہاں جانے کی کیا ضرورت ہے اب تو تمہارے ہاتھ کو ترقی ہو رہی ہے اور تمہارا ہاتھ موٹا ہو رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہی جواب دیا کہ بھائی ہم کو ایسی ترقی نہیں چاہئے کہ جس میں درد اور تکلیف ہو، بلکہ ہم کو ایسی ترقی پسند اور مطلوب ہے جس میں سکون اور اطمینان ہو، غرض کہ وہ شخص ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا اور اپنا حال بتلا کر ہاتھ دکھایا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھائی اس کے اندر پیپ اور مواد بھر گیا ہے جو اجنبی ہے خون کو خراب کر نیوالا اور تکلیف کو بڑھانیوالا ہے جب تک کہ یہ نکل نہ جائیگا سکون حاصل نہ ہوگا، اس کے نکلنے کے بعد ہی سکون حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح مستورات پردہ میں بیٹھ کر سکون کے ساتھ دین کی باتیں سن رہی ہیں، اب اگر کوئی اجنبی شخص اچانک ان کے مجمع میں گھس جائے تو ان مستورات کا کیا حال ہوگا، سارا سکون و اطمینان ختم ہو کر ان پر ایک پریشانی چھا جائے گی، کیونکہ ایک اجنبی اور غیر مانوس آگیا تو جب تک وہ غیر جنس باہر نہ چلا جائیگا ان کو سکون حاصل نہ ہوگا۔

باطن کا معاملہ اعضاء ظاہرہ کی طرح ہے

تو جب اعضاء ظاہرہ کے اندر ایک اجنبی چیز کے آجانے سے سکون ظاہر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح قلبی سکون کے معاملہ کو خیال کرنا چاہئے کہ اس میں کوئی اجنبی چیز پہنچ گئی ہے جس سے دل میں سکون نہیں مل رہا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی بھی مقام میں کسی اجنبی کے موجود ہونے سے اس وقت تک سکون و اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اجنبی نہ نکل جائے خواہ وہ ظاہر ہو یا باطناً اس کا تعلق جسم سے ہو یا قلب سے ہو اجنبی اور غیر مانوس کو نکال کر اس مقام اور حال کے مناسب

مانوس چیز کو داخل کرنے ہی سے راحت و سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

قلب کا تزکیہ اور تحلیلہ

تو اس سے معلوم ہوا کہ دو طرح کی چیزیں ہیں، بعض چیزیں تو وہ ہیں جو دل کیلئے مانوس ہیں اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو دل کیلئے اجنبی ہیں، جب ان اجنبی چیزوں کو نکال کر مانوس چیزوں سے دل کو آراستہ کیا جائیگا تو سکون قلب حاصل ہوگا جس طریقہ سے کوئی مکان ہو اس سے راحت و آرام حاصل کرنے کیلئے دو کام کرنے پڑتے ہیں، ایک تو اجنبی چیزیں جیسے سانپ، بچھو، مکڑی کا جالا کوڑا کرکٹ وغیرہ کا نکالنا دوسرے مناسب چیزوں کا اس میں داخل کرنا مثلاً اس کی مرمت، پوتائی، فرش فروش، روشنی و پنکھے اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرنا، ان دونوں کاموں سے مکان خوبصورت بھی ہو جائیگا اور صاحب مکان کیلئے باعث راحت مسرت بنے گا، ایسے مکان میں رہنے سے سکون بھی حاصل ہوگا اسی طرح قلب کو گندے اخلاق سے صاف کر کے اچھے اخلاق و اعمال سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے اگر گندے اور برے اخلاق میں سے ایک خلق و عادت بھی ہوگی تو سکون میسر نہ ہوگا مثلاً کسی کے قلب میں دنیا کی محبت ہو، تو دل ہر وقت پریشان رہے گا، چین و سکون نہ ملے گا، کیونکہ جب وہ کسی کے پاس مال دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ یہ مال مجھے ملے اور طرح طرح کی فکر میں گھرا رہے گا اس لئے اس کو سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوگا۔

ائمہ مساجد راہنمائی کیسے کریں۔

انور غازی (ضرب مؤمن 20 مارچ 2014)

عطاء اللہ رفیع

مسجد کا امام مستند حافظ، قاری اور جید عالم ہونا چاہیے۔ امام کی ظاہری وضع قطع سنت کے عین مطابق ہو۔ اس کا اندر اور باطن بھی اوصاف حمیدہ سے مزین ہو۔ ہر امام کو صاحب نسبت ہونا چاہیے۔ آپ خود سوچیں جب خود امام، راہبر اور لیڈر کی اپنی اصلاح نہیں ہوگی تو پھر وہ دوسروں کی اصلاح کس طرح کر سکے گا؟ امامت و خطابت کے لیے پیشہ ور خطیبوں اور کم علم واعظوں کی بجائے مستند دینی اداروں سے سند یافتہ علماء کا انتخاب کیا جانا چاہیے۔

بچوں، نوجوانوں اور بڑوں کی دینی تعلیم کے لیے مسجد میں باقاعدہ انتظام ہونا چاہیے۔ یہ انتظام مساجد کی انتظامی کمیٹیوں اور ائمہ کے تعاون و اشتراک سے قائم ہو سکتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے صبح کے وقت مکتب ہو۔ نوجوانوں کے لیے نمازِ مغرب کے بعد ”تعلیم بالغاں“ ہو، اسی طرح عشاء کے بعد کوئی نشست رکھی جائے۔

ہفتے میں دو دن خواتین کے لیے وعظ کی مجلس ہو۔ خواتین کے لیے مکمل باپردہ انتظام ہو۔ پیر، جمعرات، جمعہ اور اتوار میں سے کوئی دو دن مقرر کیے جاسکتے ہیں۔ خواتین کو پابند کیا جائے کہ وہ ان درج ذیل باتوں کا اہتمام اور پابندی کریں۔

محال میں خواتین خوشبو لگا کر نہ آئیں۔

میک اپ کر کے نہ آئیں۔

چہرے پر نقاب لٹکا کر آیا کریں۔

لباس یا برقع بھڑکیلا نہ ہو بلکہ سادہ ہو۔

خواتین چھوٹے اور نا سمجھ بچوں کو کوہمراہ نہ لائیں تاکہ یکسوئی سے بیان سنا جاسکے۔

موبائل فون بھی ہمراہ نہ لائیں۔ اگر کسی مجبوری سے موبائل فون لانا ہو تو بیان کے دوران اسے سائیلنٹ پر رکھا جائے۔

اسی طرح جب بیان اور وعظ سننے کے لیے آئیں تو اپنے شوہروں، والدین اور محارم کے ساتھ آئیں۔
وعظ کی جگہ اور مقام پر مردوں کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔
وعظ کی جگہ پر انتظام سنبھالنے کے لیے خواتین ہی ہوں۔

چونکہ یہ فتنوں کا دور ہے اس لیے ان باتوں پر سختی سے عمل کروائیں۔ اسی میں بہتری اور بھلائی ہے۔
ائمہ مساجد کو چاہیے کہ وہ بیان اور وعظ کے لیے پوری تیاری کر کے آئیں۔ ہر ہفتے مختلف اور الگ موضوع پر بیان ہو۔
وعظ میں لسانیت اور تعصب سے نفرت، اتفاق و اتحاد سے محبت، فکرِ آخرت، تقویٰ اختیار کرنے کی فضیلت، رزقِ حلال کی اہمیت،
بچوں کی تربیت پر بات کریں۔

اسی طرح عیدین، رمضان، ربیع الاول، محرم، اعتکاف، خاص دنوں اور موقعوں پر اسی موضوع کی مناسبت سے بات کریں۔

اس طرح اپنی ایک ایک مقتدی پر محنت کریں۔ بہت سارے ائمہ کو دیکھا ہے کہ وہ غیر شرعی کاموں کے کرنے والوں سے انتہائی نفرت کرتے ہیں اور ان کی کوئی بات نہیں سنتے اور ہر وقت ان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے، آپ گناہ سے نفرت کریں لیکن گناہگار انسان سے نہیں۔

اسی طرح جمعے کے خطبے اور بیان میں موجود مسائل اور حالات حاضرہ پر بھی دینی رہنمائی کریں۔ لوگ اور عوام پیاسے ہوتے ہیں، آپ ان کو علم کے تالاب سے سیراب کریں۔ ائمہ مساجد اور علماء دین کی جو بات بھی کہیں یا بتائیں وہ صحیح مدلل اور معاشرے کی ضروریات کے مطابق ہونی چاہیے۔ کچی اور دوغلی باتیں ہر گز نہ کریں ائمہ مساجد اور علماء کو چاہیے کہ وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ مزید سیکھتے اور علم حاصل کرتے رہیں۔ اپنی علمی استعداد مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔ خصوصاً اپنی زبان و بیان کا معیار بہتر سے بہتر کرنے پر توجہ دیں۔

نماز سے 10 منٹ پہلے مسجد میں آئیں اور آخری مقتدی کے جانے تک مصلیٰ پر بیٹھے ذکر و اذکار کرتے رہیں۔
علمِ نبوی کا جھنڈا بلند رکھیں اور دینی علم کا چراغ روشن۔ قوم کی درست سمت میں صحیح رہنمائی کریں۔ پریشان حال

لوگوں کے لیے امید بنیں۔ ملک تعمیر اور قوم کی رہنمائی کا دینی فریضہ سرانجام دیں۔ بلاوجہ فرقہ وارانہ اختلافات میں الجھنے سے گریز کریں۔ قوم کو وحدت و اتفاق کا درس دیں۔ اگر اسی طریقے پر ائمہ مساجد اور علمائے کرام نے چند سالوں تک کام کر لیا تو ان شاء اللہ معاشرہ مزید خرابی، بربادی، فحاشی، عریانی، بے حیائی اور دیگر بیسیوں قسم کے جرائم سے بچ جائے گا۔ ورنہ جو حالات چل رہے ہیں ان کو دیکھ کر خوف آتا ہے کہ چند سالوں بعد نہ جانے کیا ہو؟ ہماری نئی نسل کے ایمان اور دین کا کیا بنے؟ اللہ ہمارے، ہماری نئی نسل اور تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین!!!

www.algazali.org

(ترجمہ) یعنی اکثر لوگ اسبوجہ سے خراب ہو گئے ہیں کہ اولیاء اللہ کے حالات سے کم واقف ہوتے ہیں مفتی لوگوں کو دیدہ بینا میسر نہ ہوا اسلئے اچھے اور برے ان کی نظر میں یکساں نظر آتے ہیں اسی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہمسری کا دعویٰ کیا۔ اولیاء کرام کو مثل اپنے سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم بھی بشر ہیں یہ انبیاء بھی بشر ہیں اور یہ دونوں خواو خورش کے مقید ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ان کے اقوال آئے ہیں قَالُوا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام سے انہوں نے کہا کہ تم لوگ ہماری ہی طرح بشر ہو اور مَا لِهَذَا الرَّسُولِ وَاَيُّ كُلِّ الطَّعَامِ وَيَمْسِئُ فِي الْاَسْوَاقِ (یعنی اس کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے

اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے) یہ ان کو کوری دل سے نظر نہ آیا کہ دونوں کے درمیان بے انتہا فرق ہے یعنی چونکہ یہ لوگ دل کے اندھے تھے اور جب دل اندھا ہو جاتا ہے تو آنکھ بھی غلط ہیں ہو جاتی ہے، اسی کو مولانا فرماتے ہیں ”مطلب یہ کہ غضب و شہوت آدمی کو غلط ہیں کر دیتے ہیں اور روح کو استقامت سے بدل دیتے ہیں کیونکہ ان دونوں کی وجہ سے غرض نفسانی غالب ہو جاتی ہے اور غرض ایسی چیز ہے کہ جہاں درمیان آئی ہے ہنر اور امر اصلی پوشیدہ ہو اور اول قلب پر اس سے حجاب واقع ہوتا ہے اور اس کا اور ایک غلط ہو جاتا ہے اور چونکہ حواس اکثر آثار میں قلب کے تابع ہوتے ہیں اسلئے قلب سے آنکھ کی طرف حجاب آ جاتا ہے یعنی ادراک حسی میں بھی غلطی ہونے لگتی ہے مثلاً قاضی اپنے دل میں قرار دے لے کہ اس مقدمہ میں رشوت لوں گا پھر ظالم و مظلوم کو ہر گز نہیں پہچان سکتا تو ضیح اسکی یہ ہے کہ غرض نفسانی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک کسی منفعت کا حاصل کرنا اس کو شہوت کہتے ہیں۔ دوسرے کسی مضرت کا دفع کرنا اس کو غضب کہتے ہیں یہی دونوں وجہیں ہوتی ہیں بے انصافی کی۔ اور دوسرے نفع و نقصان کے رعایت نہ کرنے کی جب دوسرے کے نفع و نقصان کی رعایت کا عزم نہ ہوگا تو حقیقت حال اور امر واقعی کو کیوں تحقیق کرے گا بلکہ بلا تحقیق بھی جو کچھ معلوم ہوگا اس کو اوروں سے پوشیدہ بھی کرے گا اور خود اپنے قلب سے نکالنے کی بھی کوشش کرے گا ایسی حالت میں قلب اور حواس اپنا پورا کام نہ دیں گے، یہ معنی ہیں قلب اور چشم پر حجاب آنے کے۔

(کلید مثنوی دفتر اول ص ۴۵)

مولانا رومؒ نے جو یہ فرمایا کہ نیک و بد دردی بد مثال یکساں نمود

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو معجزے دکھلاتے ہیں ان کو لوگ سحر کہتے تھے اور نبی کو ساحر کہتے تھے حالانکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور سحر ساحر کا دونوں میں بہت فرق ہے، معجزہ خیر ہے اور سحر بری چیز ہے مگر ان لوگوں کی نظر میں دونوں یکساں معلوم ہوتے تھے دراصل بات وہی ہے جو ابھی کہی گئی کہ جب دل غلط ہو جاتا ہے تو صحیح چیز بھی اسکی آنکھ میں غلط معلوم ہوتی ہے۔ اسکی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔

ایک عورت کے شوہر ولی تھے لیکن وہ ان کی معتقد نہ تھی، ایک دن وہ بزرگ ہوا میں اڑے اور مکان کی طرف سے گذرے سب لوگوں نے دیکھا اور بیوی نے بھی دیکھا کہ ایک بزرگ اڑے چلے جا رہے ہیں جب گھر آئے تو بیوی نے کہا آپ تو ناحق بزرگی کا دم بھرتے ہیں، ہم نے بزرگ آج دیکھا ہے ہوا میں اڑے چلے جا رہے تھے تو ان بزرگ نے کہا اچھا کیا وہ ولی تھے؟

بیوی نے کہا ان کی ولایت میں کیا شک ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا کیا واقعی بزرگ تھے کہا ہاں صاحب ان کی بزرگی میں کلام ہے جب اس طرح اس کا اقرار کرالیا تو کہا کہ وہ تو میں ہی تھا۔ بیوی نے یہ سنکر کہا اچھا آپ ہی تھے جب ہی ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے۔ دیکھا آپ نے اڑنا بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ایک ہی اڑنا دوسروں کیلئے سیدھا ہوتا ہے تو بیوی کے لئے وہی ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ سب لوگوں نے تو ان بزرگ کے اڑنے کو ان کی کرامت میں شمار کیا کیونکہ معتقد تھے اور بیوی چونکہ غیر معتقد تھی اس لئے اس نے اسی میں عیب لگا دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی کسی کو نہیں مانتا تو کوئی نہ کوئی شوشہ نکال ہی دیتا ہے۔

انسانی کمال اخلاق کی درستی میں ہے۔

فرمایا کہ آپ تو جانتے ہیں کہ اسلام کی بناء اخلاق پر ہے رسول اللہ ﷺ نے اخلاق ہی سکھلائے۔ آپ فرماتے ہیں بعثت لاتم مکارہ الاخلاق۔ یعنی میری بعثت ہی اسلئے ہوئی ہے تاکہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں آپ کے بزرگان دین نے اس میں کتنا حصہ پایا اور کتنا دوسروں کو بتایا ہے آپ کے سامنے ان کی تصانیف موجود ہیں اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو اخلاق سکھلائے ورنہ تو آپ کے تشریف لانے سے پہلے انسان حیوان سے بھی بدتر تھا کیونکہ حیوان میں تو باہم کچھ رحم اور محبت بھی ہوتی ہے لیکن انسان کے قلب سے رحم نکل چکا تھا اور اسکی جگہ ظلم نے لے لی تھی انتہا یہ ہے کہ اہل عرب لڑکیوں سے ابتداً محبت کرتے تھے مگر جب ذرا بڑی ہو جاتی تھیں تو جنگل میں لے جا کر گڑھا کھودتے تھے اور اس بچی کو کپڑوں اور زیور سے آراستہ کرتے اور گڑھے میں اس کو ڈھکیل دیتے وہ اندر سے چلاتی کہ ابابہ کیا کر رہے ہو مگر وہ ظالم اسے زندہ درگور کر کے چلاتا آتا ایسے بد اخلاق اور ایسے ظالم تھے دوسرا ظلم سنیے ”بیت اللہ کا طواف ننگے کرتے تھے۔ شیطان نے انھیں یہ پٹی پڑھادی تھی ان میں بڑے بڑے چودھری لوگ تھے مگر عقل مسخ ہو گئی تھی۔ پیغمبروں کو مانتے تھے چنانچہ اپنے آپ کو ملت ابراہیم پر کہتے تھے مگر ان کے دین کا یہ حشر کر رکھا تھا وہ تو ایسے نہیں تھے مگر بات یہ ہے کہ جب نبی کو آئے بہت دن گزر جاتے ہیں تو انکی تعلیمات ختم ہو جاتی ہیں اور جہالت کا دور دورہ ہو جاتا ہے رسول اللہ ﷺ کا احسان ہے کہ آپ نے ان سے بد اخلاقیوں کو دور فرمایا۔ چنانچہ علماء نے ہر زمانہ لوگوں کو ان کی بد اخلاقیوں کو سمجھایا ہے اور قلب میں اس سے نفرت دلا کر لوگوں کو ان سے نکالا ہے استقامت جو دینی طریق میں مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے احوال نیک ہوں اور ان پر وہ مداوم ہو، ایک چور سولی پر لٹکا ہوا تھا حضرت

جنید گادھر سے گذر ہوا اسے دیکھ کر اسکی طرف بڑھے اور اسکی پیشانی پر بوسہ دیا، لوگوں نے عرض کیا حضرت یہ تو چور تھا فرمایا کہ بھائی میں نے اسکی چوری کی تعریف تھوڑی ہی کہ ہے مجھے تو اسکی استقامت پسند آئی کہ دیکھو مر گیا مگر چوری نہیں چھوڑی اس سے یہ سبق ملا کہ جب ایک شخص برائی پر ایسی استقامت کر سکتا ہے تو ہمیں نیکی پر کیسی استقامت چاہیے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ طریق اصول میں سے ایک اکل حلال ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً** یعنی اے رسول حلال چیزیں کھاؤ اور عمل صالح کرو اور دوسرا حسن خلق جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **بُعِثْتُ لِأَيِّمٍ مَكَارِمِ الْإِحْلَاقِ** تو جب علماء یہ فرما رہے ہیں تو یہ سمجھنا ہو گا کہ اخلاق کیا چیز ہے۔ منہج العمال میں ہے **حُسْنُ الْخُلُقِ هُوَ مُعَابَلَتُكَ مَعَ كُلِّ أَحَدٍ بِمَا يَشْرُهُ إِلَّا فِيمَا يَخَالِفُ الشَّرْعَ**۔ یعنی حسن خلق اسے کہتے ہیں کہ تم ہر شخص کے ساتھ حدود شرع کے اندر رہتے ہوئے ایسا معاملہ کرو کہ جس سے وہ خوش ہو جائے اور حضرت گنگوہیؒ نے خلق کے یہ معنی بیان فرمائے کہ **مُعَامَلَةُ الْمَخْلُوقِ حَسَبَ رِضَاءِ الْخَالِقِ**۔ یعنی مخلوق کے ساتھ خالق کی رضا کے مطابق معاملہ کرنا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجۃ البالغہ میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ضمن میں یہ بیان فرماتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ فرماتے تھے کہ لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ ایک کافر آپ ﷺ کا مہمان ہوا شب میں اس نے کھانا کچھ زیادہ کھالیا جسکی وجہ سے بستر ہی پر پاخانہ کر دیا اور سویرے ہی اٹھ کر کہیں چل دیا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو دیکھتا ہے کیا ہے کہ خود حضور ﷺ اس بستر کو دھو رہے ہیں صحابہ موجود تھے خدام موجود تھے کسی سے بھی آپ دھلوا سکتے تھے مگر کسی سے نہیں دھلوا یا خود اس کام کو کیا۔ یہ دیکھ کر اس پر ایسا اثر پڑا گیا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان

ہو گیا۔ سبحان اللہ یہ تھے آپ ﷺ کے اخلاق انھیں کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے تھے۔ اور سنئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ سے کوئی شخص مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اسکے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ نہ کھینچتے یہاں تک کہ وہی کھینچنے میں ابتدا کرتا کتنی ہی دیر تک کوئی ہاتھ پکڑے رہتا آپ ﷺ بھی پکڑے رہتے اور آپ ﷺ چھوڑتے بھی کیسے آپ ﷺ ہی ہاتھ چھوڑ دیں تو دوسرا کون پکڑنے والا ہے آپ ﷺ تو ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے اسلئے آپ ﷺ کسی کا ہاتھ

پکڑ کر کیوں چھوڑتے۔ آپ ﷺ کے انہیں اخلاق کو دیکھ کر صحابہ بچھ جاتے تھے اور فدا ہو جاتے تھے آپ ﷺ کی رعایت۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو کچھ سے پکڑ لیا انہوں نے کنکھیوں سے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ حضور ﷺ ہیں پس اپنی پیٹھ کو آپ ﷺ کے سینہ مبارک رگڑنے لگے اتنے دنوں میں آج ہی تو ایسا موقع آیا ہے جتنی برکت لے سکوں لے لوں اسکے بعد حضور ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا کہ کون اس غلام کو خریدتا ہے وہ صحابی بولے کہ یہ غلام ناکارہ ہے اس کو کون لے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ اور رسول کے نزدیک یہ بڑا قیمتی ہے۔ سبحان اللہ یہ تھے آپ ﷺ کے نبی کے اخلاق اور آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت نے حضرات صحابہ کو بھی کامل بنادیا اور الوان گو مختلف رہے لیکن کامل سب ہی ہوئے۔ ایک عالم کہتے تھے کہ حضور ﷺ کا معجزہ تو لوگ بیان کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ہر ایک صحابی ایک مستقل معجزہ ہے یہ اسی لئے کہ جو جس رنگ میں تھا کمال کو پہونچا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ یعنی میری امت میں ان پر سب سے زیادہ رحم کر نیوالے ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ ﷺ ہی کے اخلاق کا پر تو تھا اور آپ ﷺ ہی کی صحبت کی تاثیر تھی کہ خلق محمدی ﷺ کے مظہر اور رحمۃ للعالمین کی صفت رحمت کے پر تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ہوئے آپ ﷺ نے انہیں ایسا بنادیا تھا کہ ان کے اخلاق ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں یہ ہیں آپ ﷺ کے خلیفہ ایک مرتبہ رؤساعرب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ ﷺ ان کو تعلیم فرما رہے تھے اتنے میں ایک نابینا صحابی آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو سکھایا ہے ہمیں بھی سکھلا دیجئے۔ چونکہ اثنائے کلام میں بول پڑے تھے اسلئے آپ ﷺ کو ناگوار گذرا۔ اس وقت تو آپ ﷺ مکان چلے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يُزَكّٰی اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعُہُ الذِّكْرٰی اَمَّا مَنْ اسْتَعْٰنٰی فَانْتٰ لَهٗ تَصَدٰی وَمَا عَلٰیكَ الْاٰیْزٰی وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰی وَهُوَ يَخْشٰی فَانْتٰ عَنْہٗ تَلٰہٰی پیغمبر چیں بچیں ہو گئے اور متوجہ نہیں ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ ﷺ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا فائدہ پہونچتا تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے آپ اسکی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ اسکے نہ سنور نے کا آپ پر کوئی الزام نہیں ہے اور جو شخص آپ کے پاس دین کے شوق میں دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ خدا سے بھی ڈرتا ہے تو آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور اپنی چادر مبارک

بچھائی اور پھر اسکے بعد سے ہمیشہ ان کے لئے چادر بچھایا کرتے تھے اور جب آپ نے فتح مکہ کے لئے سفر فرمایا تو مدینہ منورہ میں انہیں کو اپنا نائب بنادیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ان کا عجیب واقعہ لکھا ہے وہ یہ کہ جنگ قادسیہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دشمنوں سے لڑتے تھے۔ آگے بڑھتے تھے اور پیچھے ہٹتے تھے اور خود بھی حملہ کرتے تھے اور حملہ کو روکتے تھے حالانکہ دونوں آنکھیں نہیں تھیں ہاں رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت سے دل کی آنکھیں روشن تھیں اسی سے دیکھتے ہونگے۔

ایک بڑا شخص تھا ذی علم بھی تھا اور رئیس بھی تھا کسی نے اس سے تعریضاً کہا آپ کے ایک ہی آنکھ ہے (اشارہ تھا اس طرف کی کہ دجال کے بھی ایک ہی آنکھ ہوگی) انہوں نے برجستہ کہا کہ مومن کی ایک آنکھ اسکے قلب میں ہوتی ہے اگر ہم بھی حضور ﷺ کے اخلاق اور آپ ﷺ کی تعلیمات نہ بیان کریں تو آپ کو کیسے معلوم ہو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ گھر دوزخ کا نمونہ ہے تو سن لو کہ جب حضور ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے اخلاق کو ترک کر دو گے تو سب سے پہلی سزا جو اس دنیا میں ملے گی وہ یہ ہوگی کہ تمہارا گھر دوزخ کا نمونہ ہو جائے گا اور عیش دنیا کر کر اہو جائے گا۔ مسجد نبوی میں ایک دفعہ ایک اعرابی پیشاب کرنے لگا صحابہ نے اس کو روکنا چاہا اور اسے ڈانٹنے لگے کہ ہاں یہاں پیشاب نہ کرو مگر حضور ﷺ نے صحابہ کو روک دیا اس خیال سے کہ مبادا کہیں اور زیادہ ملوث نہ ہو جائے آپ ﷺ کے خلق کا اس پر بہت اثر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا اور نرمی سے فرمایا کہ دیکھو یہ مسجدیں نماز پڑھنے تلاوت کرنے اور خدا کا ذکر کرنے کیلئے بنائی جاتی ہیں ان میں یہ سب باتیں نہیں کرنی چاہیئے اس کے بعد وہ اعرابی اپنے مکان چلا گیا اور لوگوں سے اس واقعہ کو بیان کیا اور رسول اللہ ﷺ کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ وہ برگزیدہ نبی ہیں اور ان کے اخلاق نہایت ہی پاکیزہ ہیں مجھ سے اتنی بڑی غلطی ہو گئی لیکن خدا کی قسم نہ تو مجھ پر خفا ہوئے اور نہ مجھے جھڑکا تمام شور کر دیا اور ہمیشہ آپ ﷺ کی تعریف کرتا تھا، یہ تھے آپ ﷺ کے اخلاق آپ ﷺ کے صحابہ نے ایسے اخلاق پیش کئے کہ انہیں دیکھ کر کئی کافر مسلمان ہو گئے مولانا رومؒ نے مثنوی میں حضرت علیؓ کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب آپ نے ایک کافر کو بچھاڑا اور اسکے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اس نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک دیا تو آپ نے تلوار پھینک دی اور اسکے سینے سے اتر آئے وہ حریف آپ کے اس عمل سے اور بے محل عفو فرمانے سے نہایت متحیر ہوا در یافت کیا کہ آپ نے کس وجہ سے مجھے چھوڑ دیا لڑائی کے وقت جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو میرے نفس کو غصہ سے جنبش ہوئی اور میرا حسن خلق بگڑنے لگا پس کچھ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے رہ گیا اور کچھ ہوائے نفسانی ہو گیا اور حق تعالیٰ کی عبادت میں شرکت جائز

نہیں ہے اور یہ فرمایا کہ تو دستِ حق کا بنایا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کا مملوک ہے اور مصنوع حق کو امر حق سے توڑنا چاہیے۔ اس کا فر نے جب سنا تو کہا کہ میں آپ کے پاس تخم جفا بوتا ہوں اور میں تو آپ کو کچھ اور ہی طرح سمجھتا تھا مگر آپ کچھ اور ہی نکلے۔ پس مجھ پر کلمہ شہادت پیش فرمائیے کہ میں آپ کو اس وقت تمام زمانہ سے افضل سمجھتا ہوں غرض اسکے اقارب اور برادری میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ جب تک رسول اللہ ﷺ کے راستہ پر نہیں آؤ گے خدا کا راستہ نہیں پاؤ گے۔ آپ ﷺ کا طریقہ حضرات صحابہؓ نے اختیار کیا اور بعد میں علماء اور مشائخ بھی اسی راستہ پر چلے اور خود بھی اپنے اخلاق اچھے کئے اور دوسروں کو اخلاق درست کرنے پر ابھارا یہ ہے سنت کی تعلیم اور نبوی اخلاق کہ اپنی اطاعت پر نظر نہیں ہوتی اور یہ حضرات ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ حضرت بازید بسطامیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ میں نے سنا کہ ایک دفعہ عید کی صبح کو حضرت بازید بسطامیؒ حمام سے غسل کرے اور کپڑے بدل کر باہر تشریف لائے (اور گلی میں سے گذر رہے تھے) کہ کسی نے مکان کے اوپر سے لوگوں نے بے خبری میں ایک طباق راکھ نیچے پھینکی جو حضرت کے سر پر پڑی اور آپ کے چہرہ اور عمامہ راکھ سے بھر گیا اس حال میں شکرانے کا ہاتھ اپنے چہرہ پر پھیرتے تھے (یعنی چہرہ سے راکھ جھاڑتے جاتے تھے) اور یہ فرماتے تھے کہ اے نفس (اپنے اعمال کی وجہ سے تو) تو آگ کے لائق ہے پھر محض راکھ ہی کے پڑنے کی وجہ سے تو کیوں چپیں بچیں ہوتا ہے اس واقعہ کو بیان کر کے شیخ سعدیؒ یہ تعلیم فرماتے ہیں۔

بزرگاں نہ کردند در خود نگاہ 239 خدا بنی از خویشستن ہیں مخواه

یعنی بزرگوں نے کبھی اپنے اندر نظر نہیں کی یعنی ہمیشہ خود بینی سے بچے ہیں اسلئے کہ جو خود ہیں ہوتا ہے وہ خدا ہیں نہیں ہو سکتا بزرگوں کے واقعات آپ نے سنے کس قدر زہد، فروتنی، اور ترکِ عجب و کبر کرنا پڑتا ہے تب انسان کو راستہ ملتا ہے ورنہ تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے راہ نہیں ملتی یا راستہ ملا ہوتا ہے لیکن انسان سلامتی کے ساتھ اسے طے نہیں کر پاتا جس کو اس طریق میں جو کچھ ملا ہے وہ عاجزی، بیچارگی اور مسکنت ہی سے ملا ہے کبر و انانیت سے کسی نے یہ راہ طے نہیں کیا اور یہ اسلئے کہ کبر و انانیت اس دربار میں بہت ہے بلکہ انہیں کے ساتھ مخصوص ہے الکبریاء ردائی حدیث میں ہے البتہ وہاں بیچارگی نہیں ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیز جہاں نہیں ہوتی یا جہاں کے لئے نئی ہوتی ہے انسان اس کا ہدیہ پیش کرتا ہے اسلئے بیچارگی کا تحفہ وہاں مقبول

ہے انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے کرم پر اسکی نظر ہو اور طاعت کرنے کے بعد اپنے آپ کو ادائے حق خالق سے قاصر سمجھے اور اس تقصیر پر استغفار کرتا رہے تو اس کا یہ حال اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔